



مطالعہ

جو کہ اس کتاب کے مصنفین نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب کچھ اس کتاب کے مصنفین کے ہاں ہے۔

مطالعہ

اس کتاب کے مصنفین نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب کچھ اس کتاب کے مصنفین کے ہاں ہے۔

SHAMS-UL-ISLAM,
BHERA (Pakistan)

بہارنامہ ایم غلام حسین - ایڈیٹر - پرنٹر - شائع

نئی دہلی پریس سو گودھا سٹریٹ چکر دھارا (پاکستان) شائع ہوا

موت العالم موت العالم

مؤرخہ ۳ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ استاذ العلماء والاطباء حضرت مولانا قاری حافظ عبد الرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحی اس وارثانی سے بوقت تہجد رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

حضرت ممدوح علم و فضل اور فن طب میں یکتائے روزگار تھے۔ علم طب میں مفتی سلیم اللہ صاحب لاہوری مرحوم مغفور کے اولین شاگردوں میں سے تھے۔ نیز حافظ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نا کا چچا والے کے شاگرد خاص تھے۔ مغربی پنجاب اور صوبہ سرحد کے اکثر اطباء بالواسطہ اور بلا واسطہ انہی کے تلامذہ میں سے ہیں۔

حضرت موصوف مذہباً حنفی مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ اور آپ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مولانا غلام مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلوی سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں معیت کی۔ اور اخضر لقیّت اور سوک میں سعی و کوشاں رہے حضرت بریلوی کے دصال کے بعد قیوم زمان حضرت مولانا ابوالسعد احمد قدس سرہ کیطون رجوع کیا۔ اور طریقہ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ میں تہجد بیعت کی۔ اور حضرت اقدس کے خلیفہ مجاز ہوئے لیکن طبیعت میں انگساری اور عجز اس قدر تھا کہ بہت قلیل احباب کو داخل طریق کیا۔ کیونکہ اس کو بھی اپنے ادارہ مشاغل خارج گردستہ تھے۔ اور داخل طریق ہونے والوں کو حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی خدمت یا ان کے جانشین مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہونے کی رغبت دیتے تھے۔ اور حضرت موصوف نے اپنے مشائخ حضرت مولانا غلام مرتضیٰ صاحب بریلوی اور حضرت مولانا ابوالسعد احمد صاحب قدس سرہ العزیز کے حالات اور ملفوظات میں رسائل مرتب فرمائے۔ حضرت ممدوح نے مذہب حنفیہ کے ترویج اور اشاعت میں تقریراً اور تحریراً بڑی سعی فرمائی ہے اور متعدد رسائل تالیف کئے اور رد و مذاہب باطلہ کے سلسلہ میں بے بہا خدمت انجام دی ہے۔

تاریخہ نقشبندیہ قادیانی نبوت کی رد میں ان کی یادگار ہے۔ اسی طرح فن طب کی خدمت انجام دی ہے اور رسائل تالیف فرمائے۔ حضرت موصوف نے اپنی کثیر یادگاریں بچھڑیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔ ثبت است برجیدۂ عالم دوام ما

حضرت کے انتقال کی المناک اور رنجیدہ خبر سنکر دارالعلوم میں تعطیل کر دی گئی اور ایصال ثواب کیلئے کلمہ شریف پڑھایا گیا۔ قرآن مجید کے ختم کے ۔۔۔ اور دعائے مغفرت مانگی گئی۔ اللہ کریم آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین۔

پیمانہ نگار کو صبر جمیل عطا فرمائے خصوصاً صاحبزادہ اکبر حکیم مولانا محمد مظهر صاحب مکہ ربیع اور صاحبزادہ اختر حکیم حافظ مولانا محمد زبیر صاحب کی صبر سے استغاثت فرمائے اور ان کو مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رحمت فرما

(رحمۃ تاریخہ نقشبندیہ دفتر شمس الاسلام جامع بھیرہ سے مل سکتا ہے)

(ادارہ)

ماہنامہ

شمس الاسلام

سالانہ چندہ

عوام سے
معاونین سے
طلبہ سےہر انگریزی ماہ کی
گیارہ تاریخ کو شائع
ہوتا ہے

جلد ۲

پھیر مغربی پنجاب - بابٹہ رنج الثانی مطابق ماہ فروری ۱۹۶۱ء

نمبر ۲

فہرست مضامین

نمبر صفحہ	صاحب مضمون	عنوان مضمون	نمبر شمار
۲	ادارہ	موت العالم موت العالم	۱
۴	"	بزم انصار	۲
۶	"	شذرات	۳
۲۷	مولانا محمد افضل صاحب بکیروی	مولانا عبدالرسول صاحب مرحوم مخفوق	۴
۳۰	ماخوذ	عید میلاد النبیؐ - حکومت پاکستان اور قراچی نظام حکومت	۵

سرخ نشان ○ دائرہ میں گھرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت۔ اٹھیدہ ماہ کا رسالہ بذریعہ پی ارسال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو۔ تو اطلاع دیں۔ خدا راوی۔ پی واپس فرما کر مالی اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضروریں۔ (غلام حسین منجیر)

یاسر غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، ایڈیٹر، ثانی برقی پریس، سرگودھا سے حصہ کر کے، مکتبہ اہل تشیع، لاہور۔

نہرم انصار! کارکردگی حزب الانصار

رحمۃ للعالمین منبر قارئین شمس الاسلام تک پہنچ چکا ہے۔ خلاف توقع ہر طبقہ میں پسند کیا گیا ہے۔ بہت کثیر احباب نے تعریفی خطوط لکھے۔ اور کئی کمر مراءوں نے اپنے جذبہ ہمدردی و اخوت اسلامی کو اس شکل میں ظاہر کیا۔ کہ رحمۃ للعالمین کی متعدد کاپیاں دفتر شمس الاسلام سے منگوا کر تقسیم کیں۔ تاکہ اس طریق سے دفتر کی اعانت کے علاوہ سیدہ الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پائت سیرت کے مختلف مضامین کو عوام الناس میں پہنچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اجر جزلی غایت فرمائے اور دینی خدمت کی توفیق بیش از بیش مرحمت فرمائے۔ ہم نہایت افسوس سے عرض کرتے ہیں۔ کہ جن جذبات کو لیکر رحمۃ للعالمین منبر کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس کے مطابق پیش نہیں کر سکے۔ کیونکہ منجملہ دیگر وجوہات کے مفروضہ معیار پر غیر معمولی اخراجات سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ جن کا غریب ادارہ جس کو کسی سرمایہ دار کی سرپرستی کا فخر حاصل نہیں متحمل ہونا مشکل تھا۔ مگر کارکنان حزب الانصار نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ رحمۃ للعالمین منبر بغیر ہلاک ہو اور بغیر اچھا کا ثمر حاصل کئے یا رگاہ رسالت میں عقیدت کے پھول پیش کرنی گئے۔

شمس الاسلام کے متعلق سلطان احمد صاحب لاہور سے تحریر کرتے ہیں۔

شمس الاسلام کا مدت سے خریدار ہوں۔ اور مجھے رسالہ سے محبت ہے۔ اس کی اشاعت میں کوشاں رہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ مگر اب کچھ عرصہ سے خاموشی اختیار کر لی ہے کیونکہ جس دوست کو خریداری کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو رسالہ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو خالص مذہبی رسالہ ہے۔ افسانے اور داستان عشق سے خالی ہے۔ نہ نوٹو اور نہ دلچسپی کا سامان ہے۔ اس لئے خریداری سے محذور ہوں۔ میری ذاتی رائے ہے کہ اب رسالہ کو نئے معیار پر لایا جائے کچھ انشائوں اور غزلوں کا اضافہ کر دیا جائے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ اس سے رسالہ کی خریداری میں محتذبہ اضافہ ہوگا۔

ہم اپنے کرمفرما کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ مدت سے وہ رسالہ کی سرپرستی کر رہے ہیں مگر ان کی آخری تجویز سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بانی حزب الانصار حضرت مولانا طور احمد صاحب مجوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ کو جن اغراض کے ماتحت جاری کیا تھا۔ وہ درج ذیل ہے:-

۱۔ اندرونی اور بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ رہ تبلیغ و اشاعت اسلام

۲۔ اصلاح الرسوم ۳۔ احیاء و اشاعت علوم دینیہ

اپنی اصولوں پر چلتے ہوئے بیس سال ہونے کو ہیں۔ اس عرصہ میں کسی دن ہمیں یہ خیال نہیں آیا کہ رسالہ کو داستان عشق سے لبریز کر کے رسالہ کو مقبول بنائیں۔ اور نہ ہی آئینہ ہوگا۔ مگر باوجودیکہ خاص مذہبی اور خشک ہے۔

شمس الاسلام کی بیس سالہ زندگی سے ظاہر ہے۔ کہ رسائل کی بقا و اشاعت کا انحصار افسانوں پر نہیں اگر ایسے ہوتا۔ تو زمانہ ماضی میں بڑے تب و تاب سے شائع ہونیوالے رسائل غروب نہ ہوتے۔

آپ ہمارے لئے یہی دعا کریں۔ کہ ہمارے اخلاص میں فرق نہ آئے۔ اور مذکورہ بالا مقاصد پر عمل پیرا رہیں اور اللہ کریم قبول فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

سالانہ کانفرنس۔ حزب الانصار کا انیسواں سالانہ جلسہ ۱۱-۱۲-۱۳ مارچ ۱۹۴۹ء

بمطابق ۱۰-۱۱-۱۲ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ بروز جمعہ بیہفتہ۔ آیت وار تمام جامع مسجد ہونا قرار پایا ہے۔ جن حضرات نے گذشتہ سالوں کا اجتماع دیکھا ہوگا یا اس کے حالات سنے ہوں گے۔ وہ اس نعمت روحانی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ پاکستان کے نامور علمائے کرام کے تشریف لانے کی توقع ہے۔ شائقین حضرات تاریخیں نوٹ فرمائیں۔

وار العلوم غزنیہ۔ میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہے۔ اور طلبہ شیخ الحدیث کے علمی فیوض سے بہرہ ادا ہو سکتے ہیں۔

وار المبلغین۔ مولوی امان اللہ صاحب مبلغ حزب الانصار نے مختلف دیہات کا دورہ کر کے پیغام حق پہنچایا۔ اور متعدد مقامات پر شاندار جلسے ہوئے۔

حزب الانصار کی انیسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس بتایخ ۱۱/۱۲/۱۳ مارچ ۱۹۴۹ء مطب بق

اعلان ۱۰-۱۱-۱۲ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ بروز جمعہ بیہفتہ، و انوار کو مقام مجید و جامع مسجد ہونی قرار پائی ہے۔ تائین کرام تاریخیں نوٹ فرمائیں۔ (ناظم)

شکذرات

(ادارہ)

کیا اقبال پاکستان کیلئے خطرہ ہے؟
ادب اور ترقی پسند ادیب اور ان کے ترقی پسند

امیال و عواطف ہیں۔ مارکسی نظام زندگی اور لینن و سٹالن کے نظریات و خیالات اور اشتمالیت کے لئے ہر ملک میں زمین ہموار کرنے والے یہ روسی ایجنٹ خدمت علم و ادب کے نام سے ایک مفرور پروگرام کے ماتحت لاندہ ہی پھیلا رہے ہیں۔ ان کی ادبی انجمنیں، ادبی رسائل و اخبارات "ترقی پسندانہ" مقالات و مضامین شعرو سخن، افسانہ نگاری و ڈرامہ نویسی اور دوسرے اصنافِ نظم و نثر کے ذریعہ نوجوانوں کو اشتمالی نظریات کی آم الجناٹ پلا رہے ہیں۔ اور ان کی ان قدر گردانیوں سے بہت سے مسلمان خاندانوں کے چشم و چراغ سرگران ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ وہ واقعہ جس کو معاصر چٹان نے یکم جنوری کی اشاعت میں ذکر کر کے اس پر اچھے الفاظ میں تنقید و تبصرہ بھی کیا ہے۔ معاصر چٹان کا یہ تنقیدی تبصرہ ان جملوں سے شروع ہوتا ہے:-

"دو چار ہفتے گزرے۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کے مہفتہ وار اجلاس میں پاکستان ٹائمز کے ایکسپریس ایڈیٹر نے علامہ اقبال کی تعلیمات پر ایک مقالہ پڑھا تھا۔ جس میں بزرگم خویش یہ ثابت کیا گیا تھا کہ علامہ اقبال کا کلام رحمت و نفاذ کا ایک ایسا مرقع تھا جس کے مطالعہ سے فکری یکسوئی پیدا ہونے کی بجائے ذہنی انتشار پیدا ہوتا ہے اور اس کا سبب مقالہ نگار کی رائے میں یہ تھا کہ اقبال ایک ایسی تہذیب کے مژدہ ماضی سے محبت کرتے اور اس کو عصر حاضر کے چوکھٹے میں جڑنا چاہتے ہیں جس کی آب و قانون ارتقاء کے تحت اڑ چکی اور آٹھ کا پانی بہ چکا ہے۔ اس مقالہ کا دلچسپ پہلو یہ تھا کہ مضمون نگار نے اقبال کی تعلیمات کو نہ صرف ذہنی خط سے تعبیر کیا بلکہ اندیشہ ظاہر کیا کہ قیام پاکستان کے بعد اقبال کے افکار کو جو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ یا اس کے مفسر اس کی شخصیت کو پاکستان سے جس طرح منسوب کر رہے ہیں۔ وہ نئے دماغوں اور پاکستانی معاشرہ کے لئے ایک زبردست خطرے کا درجہ رکھتا ہے؟"

معاصر نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس مقالہ پر کافی لے دے ہوئی۔ شورش کاٹھیری نے اس کا خوب جواب دیا۔ مگر صدارت کے فریض ایک ایسے نوجوان کے سپرد تھے جو خود صاحبِ مقالہ سے متفق نظر آتے اور انہیں چاہتے تھے

کہ وہ بنیادی بحث چھڑے جس کا آغاز شورش کا شیریں نے کیا تھا۔ شورش کا شیریں کہہ رہے تھے کہ اقبال کے جن سیاسی و عمرانی نظریوں کو "تضاد" کا نام دیا جا رہا ہے۔ وہ متضاد نہیں بلکہ ایک سنگ ہیں اور انہیں کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ وجود میں آسکتا ہے جس میں جو قلموں امتیازات اور ان کا طبقاتی غرور باقی نہ رہے لیکن صدر کی آمریت نے بات نہ چلنے دی۔ اور معاملہ بیچ ہی میں اٹک کر رہ گیا۔

معاشرے نے بھی لکھا ہے کہ اقبال کے خلاف مٹر نہ رہنے جو کچھ کہا وہ نیا نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی اشتہالی عقیدے کے نفاذ انہی خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور اب بھی جو کچھ کہا جاتا ہے۔ وہ اپنی خیالات کی تکرار یا اعادہ ہوتا ہے۔

اشتمالی عقیدہ رکھنے والوں کا اقبال مرحوم یا ان جیسے دوسرے مومنانہ قلب و نظر رکھنے والے رہنماؤں اور علما و کلام کے متعلق بطنی پھیدنا اور ان کو پاکستان کے لئے ایک زبردست خطہ قرار دینا قابلِ تعجب نہونا چاہیے یہ لوگ ہر شخص کو خطرہ کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ جو اسلامی اصول زندگی کے مطابق ایک ایسے صالح معاشرے کی بنیادیں مضبوط کرنا چاہتا ہو۔ جو مارکس اور اس کے تماش کے لوگوں کے نظریہ زندگی سے بالکل مختلف ہے خواہ اس معاشرہ میں امن و سکون، غربا پروری اور انسانی مصائب و تکالیف اور بھوک و پیاس کو رفع کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہو۔ اور عملی طور سے زندگی کا بہتر سے بہتر نمونہ پیش کیا گیا ہو۔ غلط امتیازات اور اوپنچ کو مٹا کر ایک فطری اور عادلانہ مساوات قائم کیا گیا ہو۔ ان کے پیش نظر چونکہ ایک خالص حیوانی اور مادی معاشرہ ہے لہذا جن کی تعلیمات میں خالص روحانی اور اعلیٰ درجہ کے انسانی معاشرہ کی تشکیل کا پیغام ہوتا ہے وہ ان اشتہالیوں کی نگاہوں میں خارجی طرح کھٹکتے ہیں۔ اور ان کو بدنام کرنا، ان کے نظریات و خیالات کو رجحیت پسندانہ اور ترقی دشمن کہہ کر اس کی اہمیت گھٹانا اور لوگوں کو نفرت دلانا ان حضرات کا خاص شیوہ بن جاتا ہے۔ اقبال مرحوم کا کلام بھی چونکہ ایک پیغام بیداری ہے۔ خدا و رسول کی محبت، ان کے ایمنی پیغام ہدایت قرآن مجید سے بے پناہ عقیدت اور اسوۂ رسول اور اسوۂ صحابہ کرام کے ساتھ بے انتہاء شیفٹنگ، کلام اقبال کے ہر شعر سے ٹپکتی ہے۔ اور اقبال مرحوم کی صدی تعلیمات کا مرکز ہی مذہب ہے۔ اور حاکمیت الہی اور اطاعت رسول و پابندی امین خداوندی ہے۔ اس لئے ان اشتہالیوں کو یہ ایک خطرہ ہے کہ اگر پاکستان کے مسلمانوں کا تعلق اقبال مرحوم کے کلام سے رہا۔ تو ان میں مذہبی حس بیدار رہے گا۔ اور پھر ہمارے لادین فلسفہ مارکسیت کے پھیلنے کے لئے کوئی موقر باقی نہ رہے گا۔ اور ہم پاکستان میں بیٹھ کر اسلامی کے لبائیں روس کی ایجنسی نہ کر سکیں گے کلام اقبال کے مطالعہ سے نوجوانوں کی آنکھوں کو جو روشنی حاصل ہوگی اور ان کے قلوب میں جو ایمانی نورانیت پیدا پیدا ہوگی۔ اس کے ہوتے ہوئے ہماری ہر مکاری و عیاری بھانپ لی جائے گی۔ اور ہم سٹالن کی غلامی کی گھڑی

میں دُنیا میں جنت لےنے کی جو فریب کاری کر رہے ہیں۔ اور تحریک لاقی نقشب پشی کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ مذہب و اہل مذہب کے باقی رہنے کی صورت میں ہم کو اپنی ان سازشوں میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ہمارے خیال میں اس پر مزید تبصرہ و تنقید کی ضرورت نہیں۔ کلام اقبال کا مطالعہ کرنے والے خود اس چیز کو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اقبال مرحوم واقعی ذہنی انتشار پیدا کرنا اور ایک سوئی و یک جہتی کو ختم کرتا ہے۔ یا یہ کہ کلام اقبال ایک اعلیٰ نصب العین کے حصول کے لئے بہترین شاہراہوں پر قارئین کو لے چلنے کی رہنمائی کر رہا ہے؟ اور کیا پاکستان کے ساتھ اور پاکستانی نظام حکومت اور معاشرہ کے ساتھ اقبال کو منسوب کرنا اور اقبال کے تبادُلے ہوئے نقشہ زندگی کے مطابق ریاست کے خاکہ میں رنگ بھرنا پاکستان کو ایک کامیاب و ترقی یافتہ اور فوز و فلاح سے بہرہ ور ریاست بنانے کیلئے ضروری ہے یا خطرہ؟ ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ خود ایسے نئے دماغ ہی جو اقبال کو پاکستان کے لئے خطرہ ثابت کرنے کے لئے اپنی ساری ادبیانہ صلاحیتوں اور ذہنی قوتوں کو صرف کر رہے ہیں۔ پاکستان کے لئے متقل خطرہ ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان استقلال کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر ترقی کرنے کی بجائے خرس روس کے درندہ صفت گود میں جا کر ٹپسے اور اشتعالی فلسفہ کے تیز و تند اور خونخوار سنجوں سے اس فوولود مملکت کی بوٹیاں زچہ جابٹیں۔

افسوس ہوتا ہے اخبارات کے اس رویہ پر کہ اگر کبھی کسی عالم دین نے حذیبہ مذہبت کی بنا پر اقبال مرحوم کے کسی ایک شعر پر ادب و احترام کے حدود میں رہ کر بھی کچھ ٹکی سی تنقید کی تو اس کو برداشت نہ کیا گیا۔ اور ایک جزئی اختلاف نظر یہ و خیال کو بھی نہ سہار کر سب اس کے پیچھے پڑ گئے۔ مگر یہاں جب پوری قوت لکھا تھا ایک اجتماعی شکل میں تمام فلسفہ اقبال اور کلام اقبال پر ماتہ صاف کیا جا رہا ہے۔ اور خود اقبال کے وجود کو اس کی شخصیت کے احترام کو پاکستان کے لئے خطرہ قرار دیا جا رہا ہے۔ تو ہمارے اخبارات تقریباً خاموش ہیں۔ اور شاید "ترقی پسند" مصنفوں اور ادیبوں کے زور قلم سے ڈر کر اپنے مرکز عقیدت کو نابڑ قوط حلوں کی زد میں بھی دیکھ کر دم بخود ہو رہے ہیں۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَرَبُّنَا إِلَهُ** راجعون۔

ہمارے ایک دوست نے غم و غصہ کے لہجہ میں اور نہایت حیرت و تعجب

فردوس سینما

کے انداز میں یہ واقعہ بیان کیا۔ کہ پشاور میں کچھ سری حدودازہ کے باہر کچھ عرصہ سے ایک نہایت شاندار سینما بنایا گیا ہے اس کا نام "فردوس سینما" لکھا گیا ہے۔ ہمارے دوست کا خیال یہ ہے کہ "فردوس" تو جنت کا نام ہے جس کا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ذکر آیا ہے۔ سینما کو جو تخریب اخلاق اور خشن کاری و لہو و لعب کا ایک اڈہ اور صنعت آفری کا ایک مضر ترین مظاہر ہے "فردوس" کے نام سے یاد کرنا ایک خاص اسلامی نام کی توہین و

استخفاف اور انکاب قرآنی اور اسلامی اصطلاح کا بے جا استعمال ہے؟

ہم اپنے دوست کے ان ایماندارانہ اور غیرانہ جذبات و احساسات کا احترام رکھتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ کیا اسلامی اصطلاحات کو بے جا استعمال کرنے اور مقدس اسماء کو ناپاک مقامات کے لئے مقرر کر دینے کا بس یہ ایک ہی واقعہ ان کی نظروں سے گزرا ہے۔ یہاں اس تاویل کا امکان تو ہے کہ سینما کے ملک کا نام فردوس ہو۔ اور اس مناسبت سے یہ نام رکھا گیا ہو۔ اور نام مقرر کرتے وقت جنت الفردوس کے معنی کو ادا کرنے والا لفظ فردوس بالکل ذہن میں بھی نہ ہو۔ اگرچہ فردوس نام رکھنے والے شخص یعنی ایک مسلمان کا مالک سینما ہونا بجائے خود محل نظر ہو۔ مگر اب تو ہر طرف نگاہ دوڑائیے، ہر غیر اسلامی چیز کے ساتھ اسلامی اصطلاح اور اسلامی نام لگا ہوا ملے گا کیا اسلامی بینک، اسلامی بیمہ کمپنی کے بورڈ ہماری نظر سے نہیں گزرے۔ اور سینما کے خاص فلموں کے اور رقص و سرود اور تلخ رنگ کے محفلوں کے افتخار کے وقت "اکابر ملت" کی صدرتوں میں قرآن مجید کی تلاوت کی خبریں ہمارے محترم دوست نے اخبارات میں نہیں پڑھیں "نعت شریف" اور "قرآنی شریف" کے نام سے مزامیر و معارف سے کس بے پرواہی کیساتھ لوگ لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور اسی طرح اسلامی سیاست، اسلامی صحافت، اسلامی مساوات، اسلامی جمہوریت، اسلامی سوشلزم، اسلامی حکومت وغیرہ اصطلاحات کس قدر بے موقع و بے محل استعمال کی جاتی ہیں۔ اور پوری جرأت کیساتھ علانیہ ان اصطلاحات کے غلط استعمال کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ہر طرف سے بین تفادیت رہ اذکجا است تا بہ کجا۔

جو گتہ کیجئے ثواب ہے آج

اب ایسی فضائیں ایک سینما کو "فردوس" کہنے سے اسلامی اسماء و اصطلاحات نپٹ کر صریح ہونے میں کوئی خاص زیادتی ہوئی جب تک مسلمان اسلام کی پوری حقیقت کو نہ سمجھیں اور ایمان کے تقاضوں کو نہ پہچانیں اس وقت تک اس قسم کے مفاسد کا کوئی سد نہیں ہو سکتا۔ کسی ایک آدھ واقعہ کو دیکھ کر اور متاثر ہو کر اس کی جزئی اصلاح کی بجائے اصلی بنیادی کام کی طرف متوجہ ہونا زیادہ اہم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف عام مسلمانوں کے قلوب میں خدا و رسول کی واقعی عظمت بٹھا دی جائے۔ اور ان کی اطاعت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور دوسری طرف یہ جدوجہد جاری رکھی جائے کہ پاکستان کے آئین میں سبکیاوی طور سے خدا کی حاکمیت اور صالح بندوں کی خلافت تسلیم کی جائے اور یہاں ہر ریاست کا قانون قرآن مجید اور احادیث نبویہ ہو۔ تاکہ حکومت کے تمام ذرائع و وسائل صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں کی پھیلائے اور بدی مٹانے میں صرف ہو سکیں۔

سرفراز اللہ خان کی ایک خطرناک تقریر

وزیر خارجہ مملکت پاکستان چودھری سرفراز اللہ خان ایک کٹر قادیانی ہیں۔ اور موصیفی قادیانی ہیں انگریزی دور اقتدار میں بھی وہ جہاں بھی گئے اور جس عہدہ پر مقرر ہو کر گئے۔ انہوں نے اپنے مفوضہ امور کی انجام دہی سے زیادہ قادیانیت کی تبلیغ اور اپنے مخصوص عقاید و خیالات کی ترویج کا کام کیا۔ اور قیام پاکستان کے بعد ہماری بدقسمتی سے وزیر خارجہ کے اہم عہدہ کو حاصل کر کے تو انہوں نے ایک نادر موقع پالیا ہے۔ کہ ایک اسلامی حکومت کے وزیر خارجہ ہونے کی حیثیت سے وہ دنیا کے دوسرے ممالک اور خصوصاً ممالک اسلامیہ میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اپنی عام عام عادت کی مطابق وہ اس سیاسی اثر و رسوخ اور وزارتی پوزیشن کو لازماً اپنے مذہب کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اور کم از کم قادیانیت سے نفرت کم کرنے کے لئے ٹھوس و کامیاب لارچے ہیں۔ اسلام کے لئے بنیادی طور سے اس مضر صورت حال کے احساس سے اگرچہ ہمارا ادنیٰ طبقہ بالکل بیہرہ ہے۔ اس لئے کہ ان کو تو مذہب سے کسی قسم کی دلچسپی نہیں بلکہ عام دین و اطبقہ اسکو بری طرح سے محسوس کر رہا ہے۔ مگر وہ بیہوش ہے۔ ہم خود تو چودھری صاحب کو اس "وفا داری بشرط استواری" اور اپنے مذہب کی تہ شغف و محبت رکھنے پر قابلِ ستائش سمجھتے ہیں۔ اور اگرچہ انہوں نے ایک باطل مذہب کو اختیار کیا ہے۔ لیکن اپنے کو احمدی کہنے کے بعد اس احمدیت کا پورا پورا حق ادا کر رہے ہیں، اور کسی قصا میں کسی طرح دوسروں سے مرعوب ہو کر اپنی دانست کے حق کو چھوڑتے نہیں اور کسی قسم کی مدامت گوارا نہیں کرتے دوسری طرف ہمارے اکابر ہیں جو صرف مسلمان کہلانے کے مدعی نہیں بلکہ اسلام کے پورے نمائندے بننے کے بھی دعوے دار ہیں۔ مگر دعویٰ اسلام کے باوجود وہ ہر موقع پر اسلام کا کام کرتے ہوئے شرماتے ہیں حتیٰ کہ اس کے لئے بھی تیار نہیں ہو سکتے۔ کہ اعلان کر دیں۔ کہ "پاکستان کا مذہب اسلام ہوگا اس لئے کہ اگر اسلام کا نام لیں گے۔ تو دنیا کی دوسری قومیں کیا کہیں گی۔ کہ اس سیمین صدی میں اسلام کا کیا کام ہے؟ خیر! اب مقصد یہ ہے کہ سرفراز اللہ خان وزارت خارجہ کے سبیل القدر عہدہ کی وجہ سے اب کھلے بندوں اپنی مزارعت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ اور تمام مسلمانانِ پاکستان کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے مزارعی معتقلات و خیالات کو اسلامی تعلیمات قرار دے کر گفتگو کر رہے ہیں۔ چنانچہ مجلسِ اقوام کی اس کمیٹی کے سامنے جو بنیادی انسانی حقوق کے یقین کے لئے مرتب کی گئی ہے۔ چودھری صاحب نے اس قسم کی ایک خطرناک تقریر کی۔ اور اسلام کی طرف وہ وہ باتیں منسوب کر دیں جن کا اسلام کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ لَا اَكْرَاهُ فِي الدِّينِ کی آیت کی ایسی تفسیر کی جس سے ارتداد کو قابلِ برداشت قرار دیا گیا۔ آزادیِ ضمیر کے نام سے

اسلام میں بہتر قسم کی رخصت اندازوں کو جائز مان لیا گیا۔ ہم نے فالحال ان دونوں مسائل پر علمی گفتگو نہیں کرنا چاہتے کہ آیا اسلامی تعلیمات کی رو سے ارتداد کی سزا قتل ہے یا اس کو گوارا کیا جا سکتا ہے۔ اور آزادی ضمیر کے معنی کیا ہیں۔ اور اس کی حدود کہاں کہاں تک ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں مسائل علمی طور سے کافی عرصہ سے اب منقطع ہو چکے ہیں۔ اور مرتد کے لئے قتل کی سزا کے قطع حکم ہونے میں کسی مسلمان کو اب شک و شبہ کی گنجائش بھی نہیں رہی ہے۔ اس بارے میں نقلی اور عقلی دلائل موجود ہیں۔ لیکن باوجود اس چیز کے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مسلمانانِ پاکستان کا نمائندہ بزرگ اسلامی تعلیمات کے خلاف ایک غلط مسئلہ کو اسلام کا مسئلہ قرار دے کر ترجمانی کر رہے ہیں۔ ہائے افسوس؟ ہماری حکومت کو اس کا احساس تک نہیں۔ کہ وزارتِ خارجہ کے اس عہدہ کے ذریعہ ایک دشمن اسلام گروہ اسلام کو کس قدر نقصان پہنچا رہا ہے؟

اسلامی سوشلزم

محاصرہ روزنامہ انقلاب ۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء کی خبر ہے کہ چند حضرات نے پاکستان سوشلسٹ پارٹی کے رتبہ سے ناراض ہو کر ان سے علیحدہ ایک پارٹی کی تشکیل کی ہے۔ اور ان کا نصب العین یہ ہے۔ کہ پاکستان میں اسلامی سوشلزم کی تحریک کو فروغ دیا جائے۔ اور سعی کی جائے۔ کہ یہاں کا نظام حکومت اسلامی سوشلزم ہو۔ اور ساتھ ہی اپنے نظریہ کو موثق و مستحکم بنانے اور مخالف کے ہر حملہ سے بچنے کے لئے بطور دھمال استعمال کرنے کے یہ بھی فرمایا گیا ہے۔ کہ یہاں رہے۔ کہ مشرقی پاکستان میں ایک تقریر کے موقع پر قائد اعظم نے بھی یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ یہاں اسلامی سوشلزم ہوگا۔

آج کل اسلام کے ایسے دشمن جو کھل کر اسلام دشمنی کی جرأت نہیں رکھتے ہر غیر اسلامی کے پروپیگنڈا و تبلیغ کے لئے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ کہ اُس کیساتھ اسلام کا پیوند الفاظ میں لگا کر بات کرتے ہیں۔ تاکہ ان مسلمانوں کو ان لوگوں اور ان کی باتوں سے توجہ نہ ہو۔ جو باوجود عمیلی خامیوں اور کوتاہیوں کے اسلام کے ساتھ سچی محبت رکھتے ہیں۔ اور کسی قیمت پر اسلام چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ اسلامی جمہوریت، اسلامی سرمایہ داری، اسلامی کمیونزم وغیرہ کی طرح یہ اسلامی سوشلزم کی اصطلاح بھی اس غرض کے لئے اس قسم کے لوگوں نے گھڑ لی ہے۔ سوشلزم اگر بنیادی طور سے اسلام کے علاوہ کوئی اور ازم ہے۔ ماحد واقعہ یہ ہے۔ کہ دوسرا ازم ہے تو پھر اسلام کے ساتھ خواہ مخواہ اس کا پیوند کیوں لگایا جاتا ہے۔ حاف صفا کہا جائے۔ کہ سوشلزم پر ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کے اجراء کے لئے کوشاں رہیں گے۔ اسلام کو بیچ میں کیوں داخل کیا جاتا ہے۔ اور اگر سوشلزم عین اسلام ہی ہے۔ جیسا کہ بعض تاویل کرنے والے کھینچ تان کر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ سوشلزم اسلام ہی کا ایک دوسرا عنوان ہے۔ تو پھر بھی ایک

مشکوٰۃ مصطلح کے استعمال کرنے اور دوزگی بات کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ کیا صرف اتنا کافی نہیں ہو سکتا۔ کہ یوں کہا جائے۔ ہمارا نصب العین اسلام ہے۔ ہماری حکومت کا مذہب اسلام ہو۔ اور یہاں پاکستان میں اسلامی نظام حکومت ہو؟ آخر سوشلزم کے لفظ میں ایک مسلمان کے لئے کیا یمن و برکت ہے۔ او! اسمیں کونسی کشش ہے کہ خواہ مخواہ اسلام کے ساتھ اس کا جوڑ ضرور لگایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں قائد اعظم کی کسی تقریب کا حوالہ دینا بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ اول تو اصولاً ایک مسلمان کے لئے خدا و رسول کے ارشادات اور احکام قائد اعظم یا کسی دوسرے لیڈر کے اقوال سے زیادہ قابل اعتناء اور اہم ہیں۔ مسلمان کی نظریں بالذات خدا و رسول کی طرف اٹکتی ہیں۔ اگر کسی دوسرے کے اقوال اُن کے مطابق ہوں تو قابل تسلیم؛ ورنہ بصورت دیگر خدا و رسول کے مقابلہ میں بڑے سے بڑے انسان کے قول کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ لیکن خود قائد اعظم کے اقوال بھی اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اگر مشرقی پاکستان کی کسی تقریب میں اسلامی سوشلزم کا نام کبھی ایک دفعہ زبان پر آیا ہے۔ تو اس سے قبل اور بعد سینیٹوں مواقع پر قوم کے سامنے وعدہ کرتے ہوئے اُنہوں نے خالص اسلام اور قرآنی نظام کا نام بھی تو لیا ہے۔ آخر ان تمام تقریروں کو کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خدا را؟ مسلمانوں جیسے نام رکھنے والو؟ یہ دوزگی چال پھوڑ دو — یا صاحب صریح الفاظ میں اسلام کے سامنے تسلیم خم کر دو — اور پھر جو کچھ بننا چاہتے ہو۔ علانیہ بن جاؤ نہ دوسرے رہے نہ دوسرے رہے“ والا معاملہ ترک کرنا ہی بہتر ہے؟

عورتوں کا مینا بازار | گزشتہ مہینہ لاہور میں عورتوں کا مینا بازار "سیگمات شاہی" اور معزز خواتین کی سرپرستی میں اور ان کی قابل قدر سعی و ہمت سے گرم رہا۔ اور کنیزانِ حرم کی ترقی اور شاہراہِ عزم و ہمت ہر کام زنی کا ایک بہترین نمونہ تھا۔ وزیروں امیروں اور بڑے بڑے انسروں کی مکیات نے دوکانیں کھولی تھیں۔ کوئی پان بیچ رہی تھی۔ کوئی پکڑے۔ کوئی کباب بیچ رہی تھی اور کوئی کھلونے۔ غرض تفریح طبع کا پورا سامان ہوتا تھا۔ خرید و فروخت جاری تھی۔ ہنسی مذاق کا سلسلہ بھی تھا۔ اور متانت و سنجیدگی کی مشق بھی ہو رہی تھی۔ اخبارات کا بیان ہے کہ اخبار نویسوں کو بھی دخل ہو کر بچشم خود ہر طرح کا نظارہ دیکھنے اور پھر اس پر سپر حاصل تبصرہ کرنے کے لئے دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ ہر نیوں کے اس جھڑپ میں اور سیگمات کی اس محفلِ نشاط میں اخبار نویسوں کی ایک جماعت بھی دخل ہوئی۔ بعض ناواقف خواتین کو جنہیں شاید تمدن و تہذیب کی ترقیوں اور مردوزن کی دوئی مٹ جانے کی خبر پوری نہیں لگی تھی۔ گویا اب تک غیر مذہب تھیں۔ یہ عجیب معلوم ہوا کہ خالص انسانی مینا بازار میں یہ مروانہ چہرے کیسے دکھائی دینے لگے اور انہوں نے چھوٹ

سے اعتراض کر دیا۔ کہ عورتوں کی اس مغل خاص میں مردوں کا کیا کام؟ یہ مروکیں آئے؟ ایک اخبار لادوی ہے۔ کہ اُن انجان اور غیر مہذب "خواتین کو فوراً ہی جواب دیا گیا۔ کہ یہ "مرد نہیں یہ اخبار نویس ہیں" اور یہ کہہ کر مقررہ خواتین کو خاموش کر دیا گیا۔ اور وہ خاموش ہو گئیں ہم اس بحث میں نہیں پڑتے۔ کہ یہ مرد نہیں اخبار نویس ہیں۔" کا کیا مطلب ہے؟ کیا اخبار نویس مرد نہیں ہوتے؟ کیا وہ بھی عورتوں میں شامل ہیں۔ یا نہ مرد نہ عورت بلکہ کوئی اور صنف انسانی یا غیر انسانی ہیں؟ اس کو خود اخبار نویس فہم جانتے ہیں۔ ہم صرف اتنا اشارہ کرتے ہیں کہ پاکستان کے فہم دار افسروں۔ حاکموں۔ لیڈروں اور اربابِ جہل و عقد کی بیگمات کی یہ روش اور مغربی طرز و انداز کی یہ زندگی عام قوم کی خاتین اور پردہ دار با عصمت عورتوں کی زندگی اور روش پر کیا کچھ اثر ڈال سکتی ہے۔ وہ ایک بالکل کھلی حقیقت ہے الناس علیٰ دین ملوکھم الہیٰ صحیح جملہ ہے۔ جب ان بیگمات کی نظروں میں خود وہ عورتیں نہیں بلکہ بیگمات شاہی ہیں اور اخبار نویس مرد نہیں بلکہ اخبار نویس ہیں۔ تو اندازہ لگائیے کہ اس کا انجام کیا ہوگا ان اخبار نویس حضرات نے مینا بازار اور مینا بازار والیوں کے نظاروں سے لطف اندوز ہو کر جس طرز و انداز سے اس کا نقشہ تارین اخبار کے سامنے کھینچا۔ اور ان بیگمات کے واقعات بیان کئے۔ پھر اُس سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ واقعی وہ مرد نہیں۔ بلکہ اخبار نویس ہیں۔

جہاد کشمیر کا ایک نیا باب !

۱۵-۱۶ ماہ کی طویل لڑائی اور اموال و املاک کی تباہی بربادی اور آتشباری وغیریزی کے بعد آخر کار ہندوستان و پاکستان کے درمیان وہ بات متفقہ طور سے طے ہوئی۔ جو رزاول ہی طے ہونی چاہیے تھی یعنی دونوں حکومتوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ خود اہل کشمیر سے استصواب کیا جائے۔ کہ کیا وہ ہندوستان کیلئے ملنا چاہتے ہیں۔ یا وہ پاکستان کے ساتھ ہو کر رہنا چاہتے ہیں۔ یہی منصفانہ حل اگر ہندوستان کی حکومت پندرہ ماہ قبل مان جاتی۔ اور قوت و زبردستی کے ساتھ کشمیر کے الحاق ہند کی کوشش کا اقدام نہ کرتی۔ تو دونوں حکومتوں اور خود اہل کشمیر کے لئے کتنا مفید ہوتا۔ نجیر اب ہم ماضی کی ان تمنیوں کو دہرا کر تمنی پیدا نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمارا حال و استقبال خوشگوار و مصالحانہ رہے۔ اب تک کی خبر تو یہ ہے کہ ہندوستان کی حکومت بھی استصواب رائے کے منصفانہ حل کو تسلیم کر کے کشمیر کا قضیہ ختم کرنا چاہتی ہے۔ امیں کوئی شک نہیں۔ کہ مختلف وجوہات و دلائل کی بنا پر کشمیر کو پاکستان کا حصہ بننا چاہیے۔ اور ہندوستان کے ساتھ اس کا الحاق ایک غلط اقدام اور غیر طبعی ہی حالت ہے چاہیے تو یہ تھا۔ کہ فیصلہ لگایا جاتا۔ کہ چونکہ کشمیر میں ۹۰ فیصدی مسلمان بستے ہیں۔ اس کی خبر فیائی پوزیشن

کابھی تقاضا ہے کہ بغیر کسی جھجکے اور مناقشہ کے اس کو پاکستان کیساتھ شامل کیا جائے۔ لیکن حکومت پاکستان نے انتہائی نرمی اور فراخ دلی سے کام لے کر پھر بھی اس معاملہ کو استصواب رائے عامہ پر موقوف رکھا۔ آزاد کشمیر گورنمنٹ، سرحدی قبائل اور باشندگانِ پاکستان نے پوری جرأت و بہت کیساتھ ۱۵ ماہ مسلسل انتہائی تکلیف برداشت کے جہادِ کشمیر میں حصہ لیا۔ اور بڑی الواعزمی اور شجاعت کیساتھ آخر دم تک مزاحمت وار لڑتے رہے۔ خداوند تعالیٰ ہر ایک کو اپنی نیک نیتوں کا بدلہ عطا فرمائے۔ لیکن حربِ ضرب کا یہ دورہ ختم ہوا اور اب جہادِ کشمیر کا ایک نیا باب شروع ہوا ہے۔ اب تک ٹوپ و تفنگ کی لڑائی تھی اور مافت و شجوخ اور مبارزہ و مقابلہ کی شکل میں حصہ لیا جاتا تھا۔ اب رائے عامہ کو ہموار کرنے، چھ لاکھ کشمیری مہاجرین کو لبانے، ان کی خدمت کرنے، ان کے دل موہ لینے اور پاکستان اور پاکستانیوں کے ساتھ ان کی عقیدت پیدا کرنے کی مہم پیش ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ بعض جہات سے یہ جہاد اُس پہلے جہاد سے زیادہ کھٹن اور صبر آزما ہے۔ پاکستان کے تمام باشندوں کو چاہیے کہ اپنی اپنی استطاعت کی مطابق اس میں حصہ لے کر کشمیر کو اپنے ساتھ ملانے کی آخری کوشش کریں۔ کیونکہ کشمیر ہی کے ساتھ آئندہ پاکستان کے بقا و تحفظ کی اُمیدیں وابستہ ہیں لیکن اس سلسلہ میں ہم ایک خاص نقطہ کی طرف حکومتِ پاکستان کو توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

یہ بالکل ظاہری بات ہے کہ استصواب رائے عامہ کی اس مہم کو جیتنے کے لئے حکومتِ ہندوستان تمام ہندو قوم اور شیخ عبداللہ گورنمنٹ اپنی پوری قوت اور تمام ذرائع و وسائل صرف کرے گی۔ مال و دولت سے بھی دوڑ خرمید سے جائیں گے۔ ترغیب و تحریص سے بھی کام لیا جائیگا۔ لوگوں کے دلوں کو قابو کرنے کے لئے پیار و محبت سے بھی کام لیا جائے گا۔ کسی موقع پر سختی کی جائے گی۔ اور کسی موقع پر پوری نرمی برتی جائے گی۔ یہ سب کچھ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اس طرف ہم ان تمام ذرائع و وسائل کو اپنے مخصوص حالات کی بنا پر اُس درجہ کام میں نہیں لاسکتے۔ جتنا وہ لوگ کام میں لاسکتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پروپیگنڈا کے تمام فنون میں وہ ہم سے بڑھکر ہیں۔ صرف مذہب اسلام کا سہارا ایک ایسا مقدس سہارا ہے کہ ہم نے صرف اسی کے ذریعہ سے ہمیشہ میدانِ حیات لیا ہے۔ اللہ اکبر میں کامیابی اسی نعرہ کی برکت سے ہوئی ہے۔ انتہائی نامساعد حالات کے باوجود اسلام ہی کے نام کو کام میں لا کر اور دو قوموں کا نظریہ پیش کر کے ہم نے پاکستان بھی حاصل کیا ہے۔ اور اب بھی اگر کشمیر میں کامیابی کی توقع ہے تو صرف اسلام ہی کا واسطہ دے کر کام کر سکی صورت میں ہے؟ مگر اسلام کے نام پر خدا و رسول کا واسطہ دے کر کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھو اگر پاکستان حاصل کرنے کے بعد شترہ ماہ تک دستور ساز اسمبلی میں اسلام کے نام تک کو جگہ نہ ملنے کے بعد اب

ہمارے لیڈر یہ توقع کیسے کریں گے۔ کہ لوگ پھر ان کی تقریریں اور ان کے وعدے سن کر ان پر اعتماد کر دیں گے۔ پاکستان بننے سے قبل جب یہ لیڈر اسلامی نظام کا، مذہب کا، کلمہ و درود کا نام لیتے۔ تو مخالف پاکستان لوگ یہ کہہ دیا کرتے تھے۔ کہ مذہب کا نام لے کر یہ لیڈر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ورنہ ان کی زندگیوں اور طرز و انداز اور ذہنیتیں شاہد ہیں۔ کہ یہ لوگ یہ سب کچھ ہنگامہ آرائی اپنی اغراض کے لئے کر رہے ہیں۔ مذہب سے ان کو کچھ واسطہ نہیں۔ اس وقت یہ جواب دیا جاتا رہا۔ کہ پاکستان بن جانے سے قبل یہ بدگمانیاں فضول ہیں۔ ہم کو پاکستان کے نام سے ایک خطہ زمین مل جائے۔ پھر دیکھو گے۔ کہ ہم کس طرح صحیح اسلامی نظام حکومت جاری کر کے پاک استان اور پاکوں کی سستی بنا دیتے ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں نے ان لیڈروں کی انفرادی غیر اسلامی زندگی کو نہ دیکھ کر اس امید پر ساتھ دیا۔ کہ شاید خطہ زمین مل جائے بلکہ یہ لوگ اپنا وعدہ پورا کر دیں گے۔ اور کہا کہ وقت آجانے سے قبل ہم بدگمانی جنوں کریں۔ پاکستان بن گیا۔ شہرہ جینے گذر گئے۔ بہت سی حزبیں تبدیلیاں کی گئیں۔ وزارتوں کے جھگڑوں اور دوسری قسم کی موشگافیوں کے لئے ہر طرح کی فرصت موجود۔ لیکن جہاں تک اسلام کو آئینی طور سے قبول کرنے اور مجلس دستور ساز میں اجتماعی طور سے آئینی زبان میں کلمہ طیبہ پڑھنے کا تعلق ہے۔ - ہنوز روز اول ہی ہے۔ اور کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی۔ اب ان حالات میں کشمیر کی یہ مہم درپیش ہے۔ پاکستان میں ۱۹۴۷ء انڈیا ایکٹ کے مطابق انگریزی نظام حکومت رائج ہے۔ آئینہ کے متعلق ابھی کچھ فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ کہ خیر اس اسلامی حکومت ہوگی۔ اور قرآن و حدیث کے قوانین و احکام کا یہاں پر لفاڑا اچرا ہوگا۔ بلکہ آئین ساز ممبروں اور برسر اقتدار وزیروں کے اقوال اور طرز و انداز سے اس بارے میں ناامیدی سی جھلکی ہے۔ ہندوستان میں نئے الحال تو ۱۹۵۰ء انڈیا ایکٹ کے مطابق نظام حکومت رائج ہے۔ لیکن وہاں کی دستور ساز اسمبلی نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ انڈیا کی حکومت ایک لازمی جمہوری حکومت ہوگی۔ غرض یوں سمجھایا جائیگا۔ کہ استصواب رائے کی صورت میں اسلامی حکومت اور غیر اسلامی حکومت کا سوال درپیش نہیں بلکہ ہندوستان اور پاکستان کے دو ملکوں کا سوال ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ ایک ملک کی جمہوری حکومت میں مسلمان قوم کی اکثریت ہے اور دوسری جمہوری حکومت میں غیر مسلموں کی اکثریت ہے۔ قانون وہاں بھی غیر الہی اور قانون یہاں بھی غیر الہی۔ اور جب کفر و اسلام کا سوال نہیں تو پھر اقتصادی معاشی لحاظ سے اور پیٹ بھرنے اور بدن ڈھانپنے کی حیثیت سے جو تم کو مفید ہے۔ وہ قبول کرو۔ حکومت ہندوستان اور شیخ عبداللہ اسی نقطہ کو سامنے رکھ کر کشمیر لین میں خوب پروپیگنڈا کریں گے۔ بہت ممکن ہے۔ بلکہ ممکن کیا یقینی ہے۔ کہ ہندوستان سے سینکڑوں کی تعداد میں مسلمان کچھ اپنے شوق سے کچھ بادل ناخواستہ حکومت ہند کے ساتھ

اپنی وفاداری کی شرط کو پورا کرنے کی بنا پر مجبورانہ طور سے کشمیر میں اس پروپیگنڈا کے لئے آئیں گے۔ اور وہ پورے خطیبانہ انداز سے اس نکتہ پر زور دیں گے۔ اور بتائیں گے۔ کہ سوال کفر و اسلام کا نہیں۔ دینی فوائد و منافع کا ہے۔ اور آؤ دنیوی فوائد تبنا چاہو اب ہم تم کو ہمایا کر دیتے ہیں۔ ہندوستان بڑی سی بڑی نعمت دے کر بھی کشمیر کا تھ سے دینا نہیں چاہتا۔ وہ ہر جائز و ناجائز حربہ کو کام میں لاکر اپنی کامیابی کی صورت تلاش کرے گا۔ اور ہمارے پاس اس کے تمام حربوں کا کامیاب علاج اگر ہے۔ تو اسلام کا نعرہ اور مذہب کی نیکار ہے۔ اور ہم صرف مذہب ہی کی بکت سے یہ بازی جیت سکتے ہیں۔ لیکن قیام پاکستان سے قبل اسلام کا نام لے کر اور وعدے کر کے قیام پاکستان اور حصول اقتدار کے بعد ہم نے جس طرح اسلام سے بے اعتنائی کی۔ اور اپنے وعدوں کو پس پشت ڈالا۔ اس سے اب ہمارا اعتماد اٹھ چکا ہے اور اب ہمارے ذمے وعدوں کو اور مستقبل کے سبز باغ دکھانے کو کوئی وقعت نہیں دیا جائے گی۔ مخالف بڑی قوت کیساتھ پاکستان کے آئین کی طرف اشارہ کر کے بتا دے گا۔ کہ اے کشمیریو! انہوں نے اُس وقت بھی وعدے کئے تھے۔ مگر حصول اقتدار کے بعد قرآنی نظام حکومت کا نام تک آئین ساز اسمبلی میں نہیں لیا جاتا۔ اس لئے استصواب رائے کے وقت تو یہ لوگ تمہارے سامنے خدا و رسول کا نام لیتے اور نظام قرآن و حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر کامیابی کے بعد تم کو پھر بھی غیر الہی قانون کے تحت زندگی گزارنی ہوگی۔ قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ مخالفین کی اس قسم کی خطرناک تقریریں کس قدر مضر ٹریں گی۔

۳۔ جوین ۱۹۴۷ء کے اعلان کے بعد جب صوبہ کشمیر کی تفصیل کیا گیا تھا۔ کہ استصواب رائے کے ذریعہ سے اس صوبے کا الحاق یا ہندوستان سے ہو گا یا پاکستان سے۔ اس وقت سرحد میں کانگریسی وزارت تھی۔ اسمبلی میں اکثریت کانگریسی ممبروں کی تھی۔ اور الیکشن میں بڑی نمایاں اکثریت کیساتھ وہ لوگ کامیاب ہو گئے تھے۔ جو متحدہ ہندوستان کے قائل کیا بلکہ عاشق تھے۔ یہ ظاہر حالات یہ یقین تھا۔ کہ پاکستان کے مخالفین کی بڑی اکثریت ہے۔ اس وقت ہندوستان و پاکستان کے الحاق کے مسئلہ میں مذہب ہی کے نام سے کام لیا گیا۔ اُس تاریک ماحول اور نا اُمیدی کی فضا میں حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور دوسرے علمائے کرام اور اہل مذہب کو امداد کے لئے دہائی دی گئی۔ یہ حضرات صوبہ سرحد میں تشریف لائے، قرآنی حکومت، الہی قانون اور خالص نظام اسلامی کے نام پر انہوں نے چٹانوں سے پتلی کی۔ قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کیں۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی۔ خدا و رسول کا واسطہ دیا۔ اور اس تمام تاریکیاں ہٹا کر اُمید و اُفق کی روشنی پیدا کی۔ خصوصاً مردان میں مولانا شبیر احمد صاحب نے نہایت زوردار الفاظ میں فرمایا تھا۔ کہ مجھ سے قائد اعظم نے وعدہ کیا ہے اور میں

تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ پاکستان میں خدا و رسول کے احکام و قوانین کا نفاذ ہوگا۔ یہی زور دار وعدہ تھے نظام اسلامی کی نشانیں تھیں۔ کہ ٹھکانوں نے خان برادران کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور نمایاں اکثریت کیساتھ انہوں نے الحاق پاکستان کا فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد مولانا شبیر احمد صاحب کے ساتھ برابر اقتدار طبقہ کا اور آئین ساز ممبروں کا جو رویہ رہا۔ ان کی ہر بات کو ٹھکرایا گیا۔ ان کی کسی تجویز کو کوئی وقعت و حیثیت نہیں دی گئی۔ اور آج وہ آئین ساز اسمبلی میں بے یار و مددگار بیٹھا ہوا اسلام کیسے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ ایک ظاہر حقیقت ہے۔ پس ان حالات میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی یا اور کوئی عالم دین کشمیر جا کر اسلامی حکومت اور قرآنی نظام کے بارے میں کس قسم کی لب کشائی کی حرارت و بہت کہاں کر سکتا ہے۔ بہت صواب رائے کی اس مہم میں کامیابی حاصل کرنا اور کشمیر کو پاکستان کے ساتھ ملحق کرنا پاکستان کے لئے ایک نہایت اہم اور ضروری معاملہ ہے۔ اسلامی نظام اور قرآنی حکومت کے علاوہ اور کوئی ایسا کتبہ نہیں جس کی بنا پر کامیابی کا یقین حاصل ہو سکے۔ اگر اسلام کے بارے میں بھی اب اُدھار اور وعدہ سے کام نہیں چلیگا۔ اس لئے کشمیر کی اس مہم کو سمر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مجلس دستور ساز صاف و صریح الفاظ میں یہ طے کر کے اعلان کر دے۔ کہ پاکستان ایک خالص اسلامی حکومت ہوگی۔ اور یہاں صرف قرآن و حدیث کے قوانین نافذ ہونگے

ارباب فکر و نظر کو اس کا خود ہی اندازہ ہوگا۔ کہ کسی ملک کی خارجہ سیاسی پالیسی متعین کر کے اور دوسرے ممالک و اقوام کیساتھ صلح و جنگ

مرزائی اور مسئلہ جہاد

کے تعلقات قائم کرنے میں ذریعہ جہاد کے فانی رجحانات اور عقائد و نظریات کو کتنا بڑا دخل ہوتا ہے۔ وزارت خارجہ کا عہدہ ایک اہم ترین اور ملک کی قوت و طعنت پر اثر انداز ہونے والا عہدہ ہے۔ اور وزیر خارجہ اس شخص کو بنایا جاتا ہے جس کی سمجھ بوجھ، تنقید و معاملہ فہمی پر مکمل اعتماد کے علاوہ ملک و قوم کے ساتھ اس کی سچی محبت و ہمدردی بھی ممتاز طور سے ثابت ہو۔ مگر افسوس ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان صاحب کو وزارت خارجہ کا یہ اہم عہدہ سونپ کر ارباب اقتدار و اختیار پاکستان نے ان اصول کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ اور ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں صلح و جنگ کی پالیسی اور زمام اختیار کر دی جو کہ مرزائی ہونے کی وجہ سے عقیدہ اس کا اہل نہیں۔ کہ وہ اس قسم کے مسائل کو صحیح طور سے سوچ سکے۔ ہم اس موقع پر جہاد کی حقیقت پر بحث نہیں کرتے۔ نہ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض و غایت اور اس کی نوعیت کو زیر بحث لا کر اس مختصر شدہ کو طویل کرتے ہیں۔ بلکہ اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ مطابق ارشاد نبوی ذرۃ سنامہ الجہاد اسلام میں جہاد الیک چوٹی کی چیز ہے۔ اور جہاد کو عقیدہ سنام الاسلام سمجھے بغیر اور جب ذرۃ جہاد کو بہریت پر زندہ و تازہ رکھے بغیر کسی اسلامی حکومت کی خارجہ پالیسی متعین نہیں کی جاسکتی۔ پاکستان میں اگرچہ

اب تک آئینی طور سے اسلامی حکومت نہیں بنی لیکن ارباب اقتدار عام مسلمانوں کے سامنے تقاریر کرتے وقت اور قوم سے کچھ مطالبہ وقت اس کو اسلامی حکومت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور مسلمان اکثریت کی حکومت تو ہے ہی۔ اس بنا پر اصولاً یہ چاہیے تھا کہ مسلمانوں کی ریاست میں اتنی بڑی ذمہ داری کا عہدہ اور اس کی خارجہ پالیسیوں کے تعین کا اہم مسئلہ ایک ایسے شخص کو حوالہ نہ کیا جاتا۔ جواب اس زمانہ میں دین کے لئے جہاد کو اپنے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کے قول کے مطابق حرام سمجھتا ہے اور جس کا سارا مذہب اس بنیاد پر اٹھایا گیا ہے کہ جو بھی حکومت پر قابض ہو وہی اولوالامر اور مستحق اطاعت و وفاداری ہے۔ مذہباً اسمیں یہ لچک موجود ہے کہ ہر قوت والے کے سامنے دب کر اس کی ہر بات کو بلا چون و چرا تسلیم کرے اور اپنے چند مخصوص عقاید کی تبلیغ و اشاعت کی آزادی دینے کے بعد ہر کافر و مشرک کے ساتھ ان کی وفاداری کا اعلان ہو سکتا ہے۔ اور خصوصاً انگریزوں کے بارے میں ان کے مذہبی نظریات خیالات اس درجہ آشکارا ہیں کہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اس جماعت کے نبی کا اور اس جماعت کا ایک مخصوص و متعارف نام پڑ گیا ہے۔ اور معاملات خارجہ میں سب کو انگریز قوم کے ساتھ کوئی معاملہ کرتے ہوئے سب سے زیادہ اور خصوصی تنبیہ و تنقیض کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انگریز کا بچہ جو استبداد ابھی بھی ہمارے لوہمان اور خسی جسم ملت سے بچنے لگا ہے۔ نکلے نکلے نکلا نہیں۔ اور یہ عیار شکاری اپنا بچہ ظلم و ستم گارنے کے لئے یا گاڑے رکھنے کے لئے نہ معلوم اب اور کن کن طریقوں سے کام لے گا۔ اور ہر رنگ زمین و آموں میں ہم کو پھر سے بھنسانے کی کوشش کرے گا۔ ان حالات میں مرزائوں پر اعتماد کرنا اور اس قسم کے کلیدی محکموں میں جگہ دینا کسی طرح بھی ملک ملت کے لئے مضر توں سے خالی نہیں۔ مگر ان بنیادی حقائق کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی جاتی۔ اور معلوم نہیں کہ چودھری صاحب کے سر پر کونسا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے۔ اور اس کی وکالت و قانون دانی نے ان اصحاب اقتدار کو کس قدر مسحور کر دیا ہے۔ کہ انہوں نے آٹھ کروڑ مسلمانوں کی قسمتوں کو اس کے ہاتھوں سپرد کر دیا ہے۔ جہاد کے بارے میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خیالات کیا ہیں؟ ان کو ملاحظہ فرمائیے نیز یہ بھی یاد رکھیے کہ مرزا صاحب کی تعلیمات ایک نبی کے کلام اور نبی کے احکام کی حیثیت سے ہر مرزائی کے معتقدات میں شامل ہیں۔ اور چودھری صاحب جیسا "دینار مرزائی" انہی "ارشادات مرزا" کی روشنی ہی میں مسئلہ جہاد کو سمجھتا اور اس کے متعلق رائے قائم کرتا ہے۔ درمیان مرزا کے اشعار کا مجموعہ اس مجموعہ میں مرزا صاحب کے یہ دو شعر موجود ہیں۔

اب تم میں بچوں کو عین کی طاقت نہیں ہی بھید اسمیں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں ہی

وہ کافروں سے سخت نہریت اٹھائیگا

جیسے کم سن کے جو بھی لڑائی پر جا۔ اٹے گا

اور تحفہ گو لڑو یہ ص ۲ پر یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب چھوڑ دو جہاد کا اسے دوستو خیال

دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب ابھی اس طرح جو دین کا امام ہے

اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ منضول ہے

اب آسمان سے نور خدا کا نازل ہے

منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد!

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد

دیکھو میں جس کم سن کے کہی آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب تلوار سے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی۔ بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ (رسالہ جہاد ص ۵۸)

اس رگورنٹ برطانیہ سے جہاد کیا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں۔ یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ کر اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں صاف تعلیم دیتا ہے۔ کہ جس بادشاہ کے زیر سایہ امن کے ساتھ بسر کرو۔ اس کے شکر گزار اور فرمانبردار بنے رہو۔ سو اگر ہم رگورنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں۔ تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔ اس صورت میں ہم سے زیادہ بددیانت کون ہوگا (شہادۃ القرآن ضمیمہ ص ۶)

رگورنٹ انگلشیہ خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ خداوند رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک بارانِ رحمت بھیجا۔ ایسی سلطنت ہے لڑائی اور جہاد کرنا قطعاً حرام ہے۔ (شہادت القرآن ضمیمہ ص ۶)

”میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے اس کی مطیع رہیں۔ (ضرورۃ الامام ص ۲۳)

”سترہ برس سے سرکارِ انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس میں جس قدر کتابیں تالیف کیں۔ ان سب میں سرکارِ انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں۔ اور پھر میں نے قرین مصالحت سمجھ کر اس امر مخالفت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں۔ جن

کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوئے اور تمام کتابیں عرب اور بلادِ شام و روم و مصر اور لب و افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔

(مکتاب البریہ ص ۷)

”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے۔ میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں۔ اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں۔ تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ اور میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے خیر خواہ سمجھے بن جائیں اور مہدی خوئی اور سیح خوئی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دینے والے رسائل جو حقوق کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں (ترویج القلوب ص ۱۵) یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش کر دی گئیں۔ ورنہ مرزا صاحب کی کتابوں اور رسائل سے اس مضمون کی بہت سی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور اسی کو حضرت اقبال مرحوم نے خصوصی طور سے ذکر فرمایا ہے۔

سے آں نرایں بود وایں ہندی نژاد ❖ آں فرج بیگانہ وایں از جہاد

(نمایاں بود سے مراد بہاء اللہ اور ہندی نژاد سے مراد مرزا صاحب ہیں)

اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے یہ سارے اقوال مرزائیوں کے ہاں الیک نبی کے الہامی اور قابل اتباع کلمات ہیں۔ تو مرزائیوں کے عقیدہ میں اب دین کی خاطر جنگ کرنا حرام اور منسوخ ہے اور اس حکم کے منہ سے بعد جو بھی کوئی لڑائی پہلے گا۔ وہ کافروں سے سخت نہایت کھا کر رسوا ہوگا۔ اب جو کوئی جہاد کرتا ہے مرزائیوں کے عقیدہ کی رو سے وہ خدا کا دشمن اور نبی کا منکر ہے۔ اور اب جنگ و جہاد کا فتویٰ ہی فضول و بیکار ہے یعنی ہمارے پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے عقیدہ میں جنہوں نے دین کے لئے محاذ کشمیر پر جا کر جنگ و جہاد کیا۔ انہوں نے ایک حرام کام کا ارتکاب کیا ہے۔ بلکہ وہ لوگ خدا کے دشمن اور نبی کے منکرین گئے ہیں۔ اور جن لوگوں نے جنگ و جہاد کا فتویٰ دیا۔ ان سب نے ایک حرام کام کا اور فضول و بے کار فتویٰ دیا ہے اور جب مرزا جی نے بار بار انگریز قوم اور سلطنت برطانیہ کا شکریہ ادا کیا ہے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری اور ہمدردی کی اس قدر تعریف دی ہے کہ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے عربی، فارسی کی کتابیں جن سے پچاس الماریاں بھری جاسکتی ہیں لکھ کر شائع کر کے ممالک اسلامیہ میں لوگوں تک پہنچا دی ہیں۔ تاکہ انگریزوں کے بارے میں کسی نہ کسی وقت اس کا اچھا اثر پڑے اور احسان شناسی کا خوب خوب مظاہرہ ہو۔ تو چودھری صاحب جیہا مخلص وقت پر مان بردار

مُرید اپنے پیر کی پیروی میں کیا انگریزوں کی وفاداری میں پاکستان کی وزارت خارجہ کے عہدہ کے سہارے اور سب سے بڑی مسلمان ریاست پاکستان کے ایک جلیلی القدر نمائندہ ہونے کی حیثیت کے بل بوتے پر ممالک اسلامیہ میں انگریزی سیاست کو کامیاب بنانے کے لئے کیا کچھ ریشہ دو انیاں نہ کرتا ہوگا اور جب مرزا صاحب کی "ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے۔ کہ مسلمان اس سلطنت (انگریزی) کے سچے خیر خواہ بن جائیں تو چودھری صاحب سلمان عالم کو انگریزوں کے خیر خواہ بنانے کے لئے کیا کچھ کوششیں نہ کرتا ہوگا۔ کس قدر بُری بات ہے۔ کہ ہمارا وزیر خارجہ ہمارے نام سے انگریزوں کا آلہ کار بنے اور انگریزی غلبہ اقتدار کو باقی رکھنے اور برطانوی سیاست کو کامیاب کرنے کے لئے مصروف کار اور کوشاں ہو۔ اور انگریزوں کا ایک "خود کاشتنہ پودا" مسلمان کے نام سے ہم سے اور دوسرے ممالک اسلامیہ سے غنائی قوتیں حاصل کر کے ترقی کرتا جائے اور پھر اس کا اپیل انگریز کی جھولی میں جا کر گر پڑے، ہماری ہی مٹی، کھاد، پانی اور محنت سے نشوونما پائے اور انجام کار انگریز کو فائدہ دے۔

مغربی پنجاب کی وزارت کی کشمکش جو چند مہینوں سے جاری تھی۔ اور مملوٹ و دولٹا نہ کی دو پارٹیاں اور یہ دونوں سیاسی پہلوان ہوس اقتدار، جلب منفعت اور حصول جاہ و منزلت کے

مغربی پنجاب میں گورنری آج مملوٹ و دولٹا نہ کی لڑائی کا انجام

اکھاڑہ میں جو کشتی لڑ رہے تھے اور جس نے انتہائی نازک نازک شرمناک اور نوم کے لئے تباہ کن مرحلہ پر پہنچنے کی صورت اختیار کی تھی۔ اس لڑائی کا خاتمہ ۲۴ جنوری کو گورنر جنرل پاکستان کے ایک اعلان سے ہو گیا۔ گورنر جنرل نے مغربی پنجاب کے گورنر کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ آئین کی دفعہ ۹۲ الف کے تحت مغربی پنجاب کا نظم و نسق سنبھال لیں۔ قانون ساز اسمبلی توڑ دیں۔ اور نئے عام انتخابات کی تیاری کرنے کا حکم دیں۔ جب تک نئے انتخابات کی تیاریاں مکمل نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک دفعہ ۹۲ الف نافذ رہے۔ آئین کے مطابق صوبائی گورنر کو یہ ممکن ہے۔ کہ وہ ایسے وزیر مقرر کر دیں جنہیں اسمبلی کا اعتماد حاصل ہو۔ گورنر جنرل ہائوس سے جو اعلان جاری ہوا ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ

گورنر جنرل کو اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ رشوت ستانی کی وجہ سے عوام کے حوصلوں پر بُرا اثر پڑا ہے۔ اور سازشوں اور ریشہ دو انیوں سے سرکاری ملازموں میں نظم و ضبط ختم ہو گیا ہے۔ منٹھی بھر لوگوں کے خائیدے کے لئے حکومت چلائی جا رہی تھی۔ اور عوام کی امنگوں اور خواہشات پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ نظم و نسق کی موجودہ حالت کے اسباب بہت سے ہیں لیکن گورنر

جنرل کے خیال میں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اسمبلی کے ارکان جو مختلف حالات میں منتخب ہوئے تھے اپنی گرائل بار ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے جو آزادی حاصل ہوتے ہی ان کے کاندھوں پر ان پڑی بھتیجیاں اعلان میں کہا گیا ہے کہ گورنر جنرل نے افسوس کے ساتھ یہ قدم اٹھایا ہے۔ ان کے خیال میں مغربی پنجاب کی عوامی زندگی کو برائی سے پاک کرنے کے لئے یہ اقدام ضروری تھا۔ انہیں امید ہے کہ پارٹی بازی اب ختم ہو جائے گی۔ اور شخص یہ کوشش کرے گا کہ ایسے لوگ اسمبلی کے لئے منتخب کئے جائیں جن کی وایت پر شک نہ کیا جائے آپ نے گورنر کو ایسا انتظام کرنے کی ہدایت دی ہے جس سے انتخابات منصفانہ طریقہ پر ہو سکیں اور کسی بھی اُمیدوار کے خلاف سرکاری اثر استعمال نہ کیا جاسکے اور انہیں انتخابات پر مغربی پنجاب بلکہ تمام پاکستان میں جمہوریت کا انحصار ہے۔ گورنر جنرل کو یقین ہے کہ مغربی پنجاب کے عوام آزاد لوگوں کی حیثیت سے ایسا اُمیدواروں کو منتخب نہیں ہونے دیں گے جو اپنے مفاد کے لئے منتخب ہونا چاہیں گے۔ صرف ایسے لوگوں کو منتخب کریں گے جن کا مقصد عوام اور ملک کی خدمت کرنا ہوگا۔

گورنر جنرل کے اس اعلان کے مضمرات، نئے انتخابات کے طریق کار وغیرہ پر تبصرہ کرنے سے قبل وہ مختصر سی فہرست بھی نقل کرنا چاہتا ہے جو محاصرہ انقلاب نے نامہ اعمال کے عنوان سے ممدوٹ وزارت کے عہد میں پیش آمدہ واقعات کی مرتب کی ہے۔ انقلاب کہتا ہے

- ۱۔ ممدوٹ وزارت کے عہد میں رشوت ستانی، بددیانتی اور خولیش پروردی انتہاؤں تک پہنچ گئی
- ۲۔ خان ممدوٹ نے اسمبلی کے ممبروں کو کارخانے، چھاپہ خانے اور اراضی الاٹ کر کے ساتھ ملایا۔
- ۳۔ غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی زمینوں میں سے بیس لاکھ ایکڑ زمین کا کوئی حساب نہیں ملتا۔
- ۴۔ سپلک سیفٹی ایکٹ کو شرمناک حد تک سخت بنا دیا۔

- ۵۔ آزادی تقریر و تحریر سلب ہو گئی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مرزا محمد ابراہیم جیسے مخلص رہنماؤں کو جیلوں میں ٹھونس دیا۔ اخبارات کے علاوہ ادبی رسالے تک بند کر دئے گئے
- ۶۔ نظم و نسق پر آئندہ ہو گیا۔ جمہوریت کی مٹی پلید کی گئی۔ اور عوام ظلم کی چکی میں پستے رہے۔
- ۷۔ مسلمان خان ممدوٹ اور ان کے ساتھیوں کی عوام دشمنی کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔

خان ممدوٹ، اس کے حامی میران اسمبلی اور اخبارات فریق مخالف یعنی ممتاز دولتاناہ اور اس کے ساتھیوں پر یہ الزام لگاتے رہے ہیں کہ ممتاز نے بھی اپنے عہد وزارت میں بددیانتی، خولیش پروردی سے کام لیا اور ناجائز الامنٹ کیا اور اپنے چہیتوں کو غیر مسلموں کے مال سے مالا مال کر

دلیل ہے۔ اور اب بھی مختلف قسم کی لالچ اور ترتیب دے کر بعض ممبران اسمبلی کو ساتھ ملا دیا ہے۔ کہ وہ عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر لے ورنہ وزارت کی گدی پر ہم کو متمکن ہونے میں مدد دیں۔ تو پھر جو وہ چاہیں گے ہم کر دیں گے۔ اور صرف انہی ذاتی اغراض و منافع کیخاطر ممبران اسمبلی نے دولت نامہ کا ساتھ دیا ہے۔ طرفین کی الزام تراشیاں سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ دونوں طرف ہی ہر قسم کی انسانی اور اسلامی بد اخلاقیوں اور ناشائستہ افعال و اقوال اور حرکات و سکنات کا وجود ہے۔ اس ختم نہ ہونے والی لڑائی کا علاج اس کے بغیر اور کچھ نہ تھا کہ محدود و دولت نامہ دونوں کو لیلہ کے وصال سے قطعی محروم کر کے ہر دو کی اور ان کے خود غرض اور لالچی ساتھیوں اور خوشامدیوں کی امیدوں پر پانی پھیرا جائے چنانچہ گورنر جنرل نے بروقت اور مناسب مداخلت کر کے اسمبلی ہی کو توڑ دیا۔ تاکہ ایسے لالچی، خود غرض، نفس پرست اور بے اصول و بے ضمیر بنائیں دوں سے چھٹکارا ہو جائے جنہوں نے کلمہ طیبہ پڑھ پڑھ کر، قرآن مجید اٹھا اٹھا کر قوم کے سامنے حلفیہ بیان دیا۔ کہ ہم تمہاری ہی خدمت کے لئے اور اسلام کا دروے کر اسمبلی ہال میں جانا چاہتے ہیں۔ لہذا آپ ووٹ کی امانت ہمیں حوالہ کریں۔ اور اس طرح سوا عید و موافقت کے بعد جب ممبری ملی تو قوم کو، غریبوں کو، بھوکوں، تنگوں، محتاجوں اور پریشان حال و وڈران کو فراموش کر اپنے لئے دوکانیں، زمینیں الاٹ کرنے کیلئے سودا بازی کرنے لگے اسمبلی توڑ دینے اور نئے انتخابات کرانے کی اس اطلاع سے ہمارے شاہدہ اور اخبارات کی رپورٹوں کے مطابق عوام میں خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ اور نامہ نگار انقلاب کی روایت کی بنا پر ایک نپواڑی نے پان لگاتے ہوئے کہا کہ بابو جی! محدود وزارت سے چھٹکارے پر یوم نجات منایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی مصیبت سے نجات دلائی ہے۔ لیکن عوام کی یہ خوشی حقیقی خوشی تب ہو سکتی ہے جب کہ نئے انتخابات میں ایسے لوگوں کے منتخب ہونے کی توقع ہو جو خدا پرست، متقی، ہمدرد، قوم اور غریب پرورد ہوں اور ذاتی اہواء و خواہشات اور اغراض و فوائد پر قومی مفاد کو قربان کرنے کی عادت بدنہ رکھتے ہوں۔ ورنہ اگر موجودہ اسمبلی کی اس شکست و ریخت کے بعد پھر انہی بے کار و کمزور ٹیڑھوں اور فاسد ملیہ سے دوسری اسمبلی کی عمارت پھر تیار کی گئی۔ تو جن مصیبتوں کا اب تک سامنا رہا اور جو تباہی و بربادی اب تک مچ رہی ہے۔ پھر یہی حالت عود کر آئے گی اور وزارت سازی اور وزارت شکنی کی کیشتی اسی طرح پھر بھی جاری رہے گی۔ گورنر جنرل نے اپنے بیان میں اس نکتہ کو نمایاں طور پر واضح کر کے بیان کر دیا ہے۔ کہ ان تمام خرابیوں کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسمبلی کے ارکان جو مختلف حالات میں منتخب ہوئے تھے اپنی گرانبار ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے۔ جو آزادی حاصل ہوتے ہی ان کے کامروا

آن ٹپری تھیں۔ اور واقعہ بھی یقیناً یہ ہے۔ یہ ممبران اسمبلی تین سال قبل ان حالات میں منتخب ہوئے تھے، کہ مسلمانوں میں مطالبہ پاکستان کا عشق بے حد تھا۔ اور ان کو قائد اعظم پر اعتماد اور لیگ کو واحد نمائندہ جماعت قرار دینے پر شدید اصرار، اس وقت الیکشن میں اسی سوال کو سامنے کر کے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ممبر کھڑے کئے گئے تھے۔ کیرنگی ممبر کو ووٹ دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ پاکستان کو اور لیگ کی واحد نمائندگی کو ووٹ دیا جا رہا ہے۔ خود امیدوار کی اہلیت و لیاقت، دیانت داری و قوم پروری وغیرہ اوصاف کمال سے کوئی بحث نہ تھی۔ لیگ کے ذمہ دار لیڈروں اور خود قائد اعظم نے بار بار یہ فرمایا تھا۔ کہ اس وقت سوال فرما کا نہیں بلکہ جماعت کے وقار اور مطالبہ پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنانے کا ہے۔ اس لئے لیگ کے امیدوار کو کامیاب کرنا ہی مقصد ہے۔ جب بھی ہوا جس لیاقت و ذہنیت کا ہو۔ ہر نو برس کے قائد اعظم نے لٹنڈا ور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں نور دار الفاظ کے ساتھ یہاں تاک فرمایا تھا۔ کہ مسلمانوں! لیگ کے امیدوار کو ووٹ دے کہ کامیاب کر اؤ۔ خواہ لیگ کا ٹکٹ بجائے انسان کے ایک بند کو دے کہ کھڑ کیا گیا ہو۔ اور اس پر زور کا نعرہ بجیر بلند ہوا پس اس وقت قائد اعظم کے اس قول فیصل کے مطابق لیگی امیدواروں کی کسی خوبی اور حسن و کمال کو نہیں جانچا گیا۔ اور پارٹی مقصد میں آکر اور کچھ یونینوں کی ضد اور مخالفت میں آکر جو بجائے خود ایک صحیح ضد تھی۔ بہر حال ان ممبران اسمبلی کو بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب بنایا گیا۔ جنہوں نے تین سال سے اور خصوصاً قیام پاکستان کے بعد اپنی نالائق اور خود غرضی، نفع اندوزی، سیاسی سوداگری کے خوب خوب نمونے دکھلائے اور جن کی وجہ سے مغربی پنجاب کا نظام حکومت ہر طرح سے مختل اور عوام کے لئے مصیبت عظمیٰ بنا رہا۔ اور بقول گورنر جنرل صاحب ”وہ اپنی گراں بار ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے۔ یہ مختصر جملہ بہت پر معنی اور ان کی نا اہلیت پر مہر توثیق ہے۔ خیر ان ممبروں سے تو گورنر جنرل صاحب کی بروقت مداخلت قوم کو نجات نصیب ہوئی۔ لیکن اب آئندہ کیا ہوگا۔ اس کے متعلق غور و فکر کیا تھ کچھ سوچنا چاہیے

یوں تو ہم اصولاً یقین رکھتے ہیں کہ جب تک یہ غیر الہی نظام حکومت اور انسانی قانون سازی کی لغت موجود ہے۔ ممکن نہیں۔ کہ صالح نظام زندگی اور امن و سکون اور اطمینان قلب کا معاشرہ بروئے کار آسکے۔ جب تک اسی جڑ کی یہ خرابی موجود ہوگی۔ کسی ایک زہریلے پھل کے توڑ دینے سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ پھر دوسرا زہریلا پھل اس درخت پر نمودار نہ ہوگا۔ اگر شاخ تراشی کی جائے تو پھر چنید روز بعد اور نئی نئی شاخیں پھوٹ نکلیں گی۔ اس لئے ان تمام خرابیوں کی اصلاح کی واحد صورت یہ ہے۔ کہ پاکستان بھر میں جلد از جلد آئینا الیکٹورل حکومت یک قلم منوخ کر کے اس کی بجائے اللہ

تعالیٰ کی حاکمیت اور قرآن وحدیث پر مبنی دستور مملکت کے ماتحت قوانین کا نفاذ کیا جائے۔ اسکے بعد پاکستان کے تمام صوبوں سے ہر طرح کی خرابیاں دور ہو سکیں گی اور پاکستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتیں مثالی حکومتیں بن سکیں گی۔ درنہ جب تک فساد کی یہ شیطانی حربیں خشک نہیں اُس وقت تک ایسی ہی ناخدا ترس لالچی اور خود غرض ہی لوگ مختلف طریقوں سے تمام اداروں پر قابض و متصرف ہو کر لوگوں کو پریشاں کرتے رہیں گے اور غریبوں کا غوب غون چوستے رہیں گے۔ اگر گورنر جنرل صاحب نے جیسا کہ اعلان میں کہا گیا ہے یہ قسم اس لئے اٹھایا ہے کہ اُن کے خیال میں مغربی پنجاب کی عوامی زندگی کو برائیوں سے پاک کرنے کے لئے اس اقدام سے بڑھ کر اس اقدام کی ضرورت ہے۔ کہ مرکزی دستور ساز اسمبلی کو جلد از جلد مطالبہ حکومت الہیہ ماننے پر مجبور کیا جائے تاکہ برائیوں کا اصل منبع ۱۹۷۳ء کا انگریزی دستور حکومت ختم ہو جائے۔ اور خیر و برکت کا وہ الہی منبع جسے قرآن حکیم کہتے ہیں۔ رحمت و برکات کے چشموں سے اہل پاکستان کو سیراب اور پاک کر دے۔

گورنر جنرل صاحب نے آئندہ انتخابات کے بارے میں چند چیزوں کا خاص ذکر کر دیا ہے۔
۱۔ امید ہے کہ پارٹی بازی اب ختم ہو جائے گی ہر شخص یہ کوشش کرے گا۔ کہ ایسے لوگ اسمبلی کے لئے منتخب کئے جائیں جن کی دیانت پر شک نہ کیا جائے۔

۲۔ آپ نے گورنر کو ایسا کرنے کی ہدایت کی ہے جس سے انتخابات منصفانہ طریقہ پر ہو سکیں۔

۳۔ گورنر جنرل کو یقین ہے کہ مغربی پنجاب کے عوام آزاد لوگوں کی حیثیت سے ایسے امیدواروں کو منتخب نہ ہونے دیں گے۔ جو اپنے مفاد کے لئے منتخب ہونا چاہتے ہیں۔ صرف ایسے لوگوں کو ہی منتخب کریں گے۔ جن کا مقصد عوام اور ملک کی خدمت کرنا ہو۔ گورنر جنرل صاحب کی نیت یہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس حسن نیت کی جزائے خیر دے۔ لیکن جہاں تک ہم سمجھتے ہیں۔ موجودہ آئین، الیکشن کے طور و طریق، مغربی سیاست کی لعنت، ہماری گذشتہ غلامانہ ذہنیت کے بحالہ قائم ہونے، بھوٹ و افتراب و داری اور ہر خیال رسامی اور بد اخلاقی کی روش کے لئے قانونی جواز، پروسیجر اور کو کمال فن سمجھنے، موجودہ صحافت و اخبار نویسی، خوفِ خدا سے بے نیازی، وعدہ خلافی اور جھوٹا حلفیہ بیان دینے کو برا نہ سمجھنے، فتویٰ سازی و فتویٰ فروشی، پیروں، مولویوں کی سادگی، خاندانی اور نسلی تعصبات، پارٹی بندی اور کنبہ پروری کے جاہلانہ نظریات وغیرہ وغیرہ کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہوتا ہے کہ اب ایسے

ممبر منتخب ہو سکیں جن کا مقصد عوام اور ملک کی خدمت کرنا ہوگا۔ بلکہ پھر بھی وہی لوگ کبھی مال پہنچ جائیں گے جو صرف اپنے ہی مفاد کے لئے منتخب ہونا چاہتے ہیں۔ اور اس لئے ممبر بننا چاہتے ہیں۔ کہ اپنے ہی ووٹروں کا خون چوس چوس کر اور ان کی ہڈیوں تک سے گوشت لڑچ لڑچ کر کھائیں۔ اور فربہ ہوتے جائیں۔ اور جب تک آئین میں بنیادی تبدیلی نہ کی جائے۔ اور صحیح اسلامی معاشرہ نہ پیدا کیا جائے۔ یوم آخرت پر کامل ایمان خداوند تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس اور بد عملی و بدکرداری کا شعور پیدا نہ ہو جائے۔ یہ ناممکن سی بات ہے کہ گورنر جنرل صاحب کی امیدیں پوری ہوں۔ اور ان کا یقین صحیح ثابت ہو سکے۔ اگرچہ کامل اصلاح کی توقع تو مکمل طور سے نظام اسلامی کو جاری کرنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے لیکن نظام اسلامی اور آئین الہی میں سے چند دفعات کو بھی اگر سردست لیکر اس کے مطابق نئے انتخابات کئے جائیں۔ تو کافی حد تک فائدہ کی اُمید ہو سکتی ہے۔ مثلاً انڈیا ایکٹ میں گورنر جنرل اپنے اختیارات خصوصی سے حزوی ترمیم وسیع کر سکتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو چاہیے۔ کہ اس قسم کی دفعات کی ترمیم کر کے طریق انتخاب کو مفید بنا دیا جائے۔

اسلامی نظام سیاسی میں مجلس شوریٰ کے ارکان کا انتخاب موجودہ مغربی طرز جمہوریت کے طریق انتخاب سے بالکل جداگانہ ہے۔ مجلس شوریٰ کی رکنیت بلکہ کسی ذمہ داری کے منصب کے لئے کوئی ایسا شخص منتخب نہ کیا جائے گا۔ جو خود اس کا امیدوار ہو یا کسی طور پر اس کے لئے کوشش کرے۔ اسلام میں امیدواری اور انتخابی پروپیگنڈا کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف ہدایت ہے۔ کہ اپنا نام آپ پیش کرنا ممنوع ہے۔ اور ایسے شخص کو اس منصب کا اہل ہی نہ سمجھا جائے گا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں اور دومیرے چچا زاد بھائی حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ تو ان دونوں نے آپؐ سے درخواست کی۔ کہ ہم کو کسی علاقے کا والی اور امیر مقرر کر دیا جائے۔ تو آپؐ نے یہ زوردار الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ اِنَّا وَاللّٰہُ لَا نَوْفِیْ عَلٰی هٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَأَلَهُ اللّٰہُ کی قسم ہم اس عہدے پر کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کریں گے۔

ولا اَحَدًا حَرَصَ عَلَیْہِ (متفق علیہ) [جو خود اس کی درخواست کرے یا جسے اس کی حرص ہو۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ فرمایا۔ ہم اسی عہدے پر کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کریں گے۔ لا نَسْتَعْلِ عَلٰی عَمَلِنَا مِنْ اَرَادَہَا (بخاری ص ۱۸۸) جو خود اس کو حاصل کرنے کا ارادہ کرے۔

اس کے علاوہ اور بھی معتبر حدیثیں ہیں جن میں تقریباً ایسا ہی ارشاد ہوا۔ اور اسی بنا پر فقہاء اسلام کے ہاں طالب التولیۃ لا یولی۔ عہدہ ونگرانی اور اقتدار کو طلب کرنے والے کو اس عہدہ پر مقرر نہ کیا جائے۔ ایک قانونی دفعہ ہے۔ اسلامی ذمہ داری اس بات کے خیال تک سے نفرت کرتی ہے۔ کہ ایک منصب کے حصول کے لئے دو تین چار اُمیدوار کھڑے ہوں۔ ایک دوسرے کے خلاف پوسٹر بازی

قطعہ تالیخ وفاتِ حسرتِ آیاتِ ارتقاءِ ملالِ حضرتِ قبلہ و کعبہ الانا حافظ
الحاج استاذِ الاطباء قُدّۃ الفضلاء حکیم مولوی عبد الرسول صاحبِ نقشبندی
مجدی نوراً مرقدہ ساکنِ بکھر بارِ تحصیل و ضلع شاہ پور (پاکستان)
(از مولانا حافظ محمد افضل صاحبِ ابن مولانا مولوی حاجی غلام محی الدین صاحبِ مرحوم ساکنِ بکھر بار
حال دارِ مقیم حکیم بکھر بار، شمالی، ٹھکانہ جلالتِ صنیع سرگودھا)

رنج و آفات و مصائب گشت در عالم عیاں
حضرتِ مولائی ما از حکمِ خلاق جہاں
افتخارِ دین و ملت پیشوائے سالکان
فاضلِ علامہ دوراں و اعظمِ شیریں بیاں
عارفِ باللہ ولی مقتدائے کمالاں
چشمہٗ لطف و کرامت واقفِ سرِ نہاں
مخزنِ اسرار و حکمتِ محدثِ فیضِ رواں
سالکِ راہِ طلیقہ واصلِ حقِ رازِ دہاں
بیرِ بلوی شہ غلام مرتضیٰ قطبِ زماں
حضرتِ ابو سعد احمد خان ملاذِ عاجزاں
شاعرِ شیریں سخنِ عالی بیاں افصحِ لساں
مجمعِ جمیلہ کمالاتِ آمدہ بس ذاتِ آں
حامیِ دین متبعِ سنتِ رسولِ انس و جہاں
ہم یہ نزدیکِ مذہبِ باطلہ و دشمنان
بالخصوصِ آں زمرہٗ خجندیہ و نامیاں
شانی و شیخ و فلاطون ہم ارسطوئے زماں

وادرینا حسرتِ مہیاتِ صدآہ و فغاں
کرد چون رحلتِ ز دنیا جانبِ دارالعدن
زبدۃ الفضلائی مولانا حکیم عبد الرسول
عالم و حافظِ یگانہ ہم فقیہہ بے مثال
عابد و زاہد تقی و پارسا حاذقِ طبیب
اوستاد و قبیلہٗ من مظہرِ علم و عمل
مصدرِ حیرت و سخاوتِ منبعِ فضل و کرم
نقشبندی و زکامالاتِ محبہٗ و مستفیض
از غلامانِ حجابِ قبلہ عالمِ نورِ حق!
ہم ز خاصان و محبازانِ شہ و قیومِ وقت
حاجیِ الحرمین و قاریِ ہم نورخِ بالکمال
ذی تصانیفِ کبیرہ کاتبِ زترینِ رستم
تابعِ شرعِ شریف و ماحیِ بدعات و فسق
وقفِ کردہ عمر خود در خدمتِ اسلام و دین
کرد تصنیفِ از پٹی تردیدِ ہر اعداءِ دین
قُدّۃ حکماء و ہم لغتِ را ط و جالینوسِ وقت

حل کنندہ عقدہ ہائی مشکل و پیچیدہ تر
 بہر اوستادی علماء زبان کما ع و ہر
 گشت از بحر فیوض مستفیض و فیضیاب
 شمع ایوان ہدایت ماہتاب اوج دین
 جملہ اوصاف و کمالاتش نیاید در شمار
 گر بود ہر موز باغم و سرسرایم تا ابد
 آہ صد افسوس آن عبید و ہم شبلی وقت
 ثالث از ماہ وفات حضرت خیر الوری
 نفس پاکش چون شنیدہ حکم غالب از خدا
 از وفات این جنین عالم یگانہ با عمل
 ظلمت آمد ہر طرقت مستور شد چون نور حق
 جن و انسان و ملک از درد غم نالاں شدند
 می سزد و گرنید گرا رض و سما از رنج و غم
 زین خبر شور قیامت گشت بر عالم بپا
 شد جگر ہائی ہمہ خدام و شاگردان او
 خاندانش بالخصوص از صدمہ جانگاہ این
 سخت تر صدمہ بعالم گرچہ ظاہر گشتہ است
 با دنازل رحمت حق بر روان اطہر شش
 رُوح پاکش شاد و ساکن باد در جنت مدام
 فاتحہ منزل و اخلاص و یسین ملک و دھر
 سالہائے عمر پاکش عابد آمد از حساب
 علم و حلم و زہد و مجاہد و رشید ہم فضل و کرم

افضل معنوم با حسرت پیتی تاریخ گفت

سال فوتش ای دل مضطر - ہوا المعفور - دان

الحمد للہ عالم با عمل کی وفات ہوئی یہ تمام خبریں بے سربارہ گئیں اور مادہ تاریخ کیلئے بھی بے لفاظی ہے سربا پس پھر تاریخ کے درمیان حروف آمد

دلقبۃ صفحہ ۲۲) شذرات

جلسہ بازی اور اخباری پروپیگنڈا کریں۔ دوڑوں کو طرح طرح سے بے وقوف بنائیں۔ اور کھانوں کی دیگیں چڑھائی جائیں۔ موٹریں دوڑیں اور ان میں سے وہ اُمیدوار بازی لے جائے جو جھوٹ فریب اور زور پاشی میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ یہ شیطانی ڈیموکریسی کے ملعون طریقے ہیں جن کا عشرِ عشر بھی اسلامی حکومت میں برسرِ کار آئے تو خلافت کی مجلسِ شوریٰ میں منتخب ہو کر جانا تو درکنار ایسے لوگوں کو قاضی کی عدالت میں پیش کر کے سزا دلادی جائے:

اسلامی مجلسِ شوریٰ میں پارٹی بندی نہیں ہو سکتی۔ فردِ فرد علیحدہ ہوگا۔ اپنے انفرادی کمالات و نقصان اور تقویٰ و طہارت کی بنا پر منتخب ہو کر جائے گا۔ اور وہاں حق کے مطابق رائے دیگا۔ اسلام میں اسکا موقع نہیں۔ کہ ہر حال میں کسی خاص پارٹی کے ممبر کو مجلسِ شوریٰ کا رکن بنایا جائے۔ اور وہاں جا کر ہر حال میں اپنی مخصوص پارٹی کا ساتھ دیں۔ خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ بلکہ اسلامی سپرٹ کا تقاضا یہ ہے کہ آج کسی کی رائے کو آپ حق پر چاہیں تو اس کا ساتھ دیں۔ اور کل کسی دوسرے مسئلے میں اگر کسی شخص کی رائے ہو۔ آپ کے نزدیک خلاف حق ہو۔ تو اس سے اختلاف کریں۔

اسلامی نظامِ سیاسی میں مجلسِ شوریٰ کے انتخاب کے متعلق ان دو دفات سے فوری طور سے استفادہ کیا جائے اور مغربی پنجاب کی قانون ساز اسمبلی کے نئے انتخابات میں امیدواری، الیکشنی پروپیگنڈے اور اشتہار بازی کو قطعاً سید کر دیا جائے۔ اور ایسے طریقے سوچ کر اختیار کئے جائیں، کہ بغیر کسی کی اُمیدواری کے عام مسلمان اپنی پسند سے غیر اُمیدوار بلکہ ممبری پر راضی نہ ہونے والے لوگوں کو منتخب کر کے بھیجے پر مجبور کریں مسلم لیگ یا کوئی دوسری جماعت اپنا ٹکٹ دیکر اور اپنا جماعتی وقار اور حیثیت استعمال کر کے کسی خاص شخص کے لئے قوم سے ووٹ ہرگز طلب نہ کرے۔ اس تدبیر کے باوجود بھی ممکن ہے کہ ایک دولت مند، چالاک اور پارٹی باز قسم کا آدمی گودی سے توراٹے طلبی اور اُمیدواری اور سعی و کوشش سے احترام کرے گا لیکن دوسروں کے ذریعے اپنا پروپیگنڈا جاری رکھیگا۔ لیکن پھر بھی چونکہ ایسے اُمیدواروں کو خود انتخابی تقریریں کرنے یا جلسوں میں حصہ لینے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس لئے اگر وہ واقعی ناقابل اور غیر ہر دلعزیز ہے۔ تو کسی چالاک یا دباؤ سے اس کا کامیاب ہونا مشکل ہو جائے گا۔ الغرض ان دو اسلامی دفات کی روشنی میں اگر تدبیریں سوچ کر کام کیا گیا۔ تو ممکن ہے اچھے اور مخلص ارکان اسمبلی کا انتخاب ہو سکے۔ ورنہ بہ حالات موجودہ پھر بھی مشکلات نظر آ رہی ہیں۔ اس سلسلہ پر آئندہ اشاعت میں کچھ مزید گفتگو کی جائے گی۔

عید میلاد النبیؐ حکومتِ پاکستان اور قرآنی حکومتِ نظام

صدر جمہوریہ - امریکہ اور عیسائیت کے نعرے

عید میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس پاکستان بننے سے پہلے بھی ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہوتے تھے اور اب بھی اسلامی انجمنیں ولادتِ نبویؐ کے مقدس دن ۱۲ ربیع الاول کو سیرتِ پاک کے جلسے منعقد کر رہی ہیں۔ ہمیں پاکستان کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت حضورِ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کریم اور حضورؐ کی دعاؤں سے حاصل ہوئی ہے۔ یہ صرف اسلام کا رشتہء اتحاد ہی ہے جس نے ۷ کروڑ پاکستانی مسلمانوں کو عزت آزادی اور استقلال کی منزل پر پہنچایا ہے۔ یہ رسول اللہ صلعم کے دین کا مقدس نام ہی ہے جس کا صرف زبانی ورد کرتے کرتے مسلمانوں کو دولتِ عطا و پاکستان حاصل ہو گئی۔ ہمارے رہبران قوم قرآن اور شریعتِ اسلامیہ کے نام پر ہی مسلمانوں کو وحدتِ خیال اور وحدتِ عمل کی گذشتہ دس سال سے دعوت دیتے رہے۔ یہ غریب مسلمانوں کا جذبہء ایمان ہی تھا جس نے پاکستان کے قیام کو ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔

سیرتِ النبیؐ کے سرکاری جلسے

آج ہماری آنکھیں اس ایمان افروز منظر کو دیکھنے کی آرزو مند تھیں کہ حکومتِ پاکستان سرکاری طور پر جشن میلاد النبیؐ کو مناتی۔ لیکن ہماری حکومت کو اب امورِ سلطنت کی سرانجام دہی ہے اتنی فرصت ہی کہاں ہے کہ وہ اپنے آقا و مولا ہادی عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامِ رحمت کی نشر و اشاعت کے لئے کوئی سرکاری حکمہ قائم کرے۔ دینِ اسلام کی تبلیغ اور حضورؐ کے اسوہ حسنہ کی تبلیغ کے لئے کوئی ادارہ جاری کرے۔ ہمارا دل یہ چاہتا تھا کہ ۱۲ ربیع الاول کو حکومتِ پاکستان کے سرکاری اہتمام میں میلاد النبیؐ کے عظیم الشان جلسے مشرقی اور مغربی پاکستان کے شہروں اور قصبات میں منعقد کئے جاتے۔ ہر ضلع کا کلکٹر اور دیگر حکام اپنے اپنے شہر میں ولادتِ نبویؐ کے جشن کو سرکاری تقریب کا حیثیت سے مناتے۔ گورنر جنرل سے لے کر اونٹے چپر کسی تک میلاد النبیؐ کے تبلیغی جلسوں میں خلوص و محبت سے شرکت کرتے۔ پاکستان کے سرکاری پریس سے حضورؐ رسالتِ مآب کی حیاتِ پاک اور آپؐ کے اسوہ حسنہ پر

دنیا کی مختلف زبانوں میں لٹریچر شائع کر کے تقسیم کیا جاتا۔ حکومت جرأت سے اسلام کا اعلان کرے

یہی نہیں حکومت پاکستان قرآن مجید اور اسلامی تعلیم کی مطبوعات سرکاری طور پر دنیا کی مختلف غیر مسلم حکومتوں کے اعلیٰ ارکان کو ہدیہ بھیجتی۔ اور دنیا کی مختلف قوموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامِ رحمت پہنچاتی۔ لیکن ہمارے اربابِ حکومت کو ابھی تک اتنی توفیق بھی حاصل نہیں ہوئی۔ کہ وہ یونانی اور مذہبی امور کے لئے ایک سرکاری محکمہ قائم کر دیں۔ ایک وزارتِ اوقاف ہی مقرر کر دیں۔ آئے دن اتنے وزیر اور نائب وزیر مقرر ہوئے ہیں نئے نئے محکمے کھل رہے ہیں۔ جدید تقرریاں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ لیکن اگر سب سے زیادہ غفلت برقی جا رہی ہے۔ تو وہ اسی دین اور اسی اسلام ہے جس کا نام لے کر پاکستان قائم کیا گیا۔ ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہمارے اربابِ حکومت کے دلوں میں اسلام سے محبت نہیں۔ یا حضور نبی رحمتؐ سے قلبی خلوص نہیں۔ یہ سب کچھ ان کے دلوں میں ہوگا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد وہی جذباتِ محبت و خلوص سرکاری طور پر اُٹھانے چاہئیں تھے۔ اسلام کوٹی پرائیویٹ مذہب نہیں۔ اسلام دین اور ریاست کا مجموعہ ہے۔ اسلام پاکستان کا سرکاری دین ہونا چاہیئے۔ ہماری حکومت کے ارکان کو دنیا کی تمام حکومتوں پر واضح کرنا چاہیئے۔ کہ ہم اسلامی احکام کے پابند ہیں۔ اسلام ہمارا سرکاری مذہب ہے۔ ہماری حکومت قرآن کے ازلی اور ابدی قوانین کی پابند ہے۔ پوری جرأت اور دلیری کے ساتھ دنیا میں اپنی اسلامی حیثیت کو واضح کرنا چاہیئے۔

صدر جمہور امریکہ کا ولیبراندہ اعلان

جب "الجماعت" کی طرف سے اس سترم کی نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ تو بعض طبائع پر ناگوار گزرتا ہے لیکن ہم اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کریں گے۔ اگر پاکستان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے حکم کو ملینہ نہ کیا گیا ہمیں دکھ اور قلبی اذیت اس لئے محسوس ہوتی ہے۔ کہ دیگر مذاہب کے لوگ اور حکومتوں کے صدر نشین تو ملتِ رائیونگ سے اپنے اپنے مذہب کی عظمت کا اعلان کرتے ہیں ابھی حال ہی میں صدر جمہوریہ امریکہ نے پورے جہرِ صورت کے ساتھ تمام دنیا کو دعوت دی ہے کہ انسانیت کی فلاح اور انسانی اخوت کے لئے دنیا کو عیسائیت کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ جنگ و جدال کے خاتمہ اور قوموں میں برادرانہ تعلقات کے لئے عیسائیت ہی نجات کی ضامن ہے۔

یہ کون کہہ رہا ہے؟ دنیا کی سب سے متمدن جمہوریت امریکہ کا صدر عیسائیت کی تبلیغ کر رہا ہے کیا اُس کو اس نئی روشنی کے زمانہ میں عیسائیت کا نام لیتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی؟

اسلام کا نام لینے سے حجاب

ٹروین نے دنیاوی حکومت کی بہت بڑی لمبڈی پر پہنچ چکے بھی عیسائیت کا نعرہ بلند کیا۔ لیکن کیا حقیقت نہیں۔ کہ ہماری حکومت پاکستان کے اکابر کو اسلام اور قرآن کے آئین کا نام سن کر کچھ حجاب سا معلوم ہوتا ہے۔ مجلس دستور ساز کے صدر نے ابھی اگلے دن اسلامی آئین کی تیاری کے سلسلے میں کہا کہ ہم "کاسمو پالٹین" قسم کا آئین تیار کریں گے۔

یہ نہیں کیا جاتا۔ کہ ہم اسلام اور قرآن کا آئین نافذ کریں گے۔ آج تک قرآنی آئین کی تیاری سے گریز کیا جا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے اکابر کے نزدیک اسلام اور قرآن کا نام لینا "قدامت پسندی" کی دلیل ہے۔ ہم نے پاکستان صرف اسلام کی عظمت کے قیام کے لئے حاصل کیا۔ آج کیوں گورنر جنرل پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان صدر جمہوریہ امریکہ سے بھی بلند مقام پر کھڑے ہو کر سرکاری طور پر اعلان نہیں کرتے کہ دنیا کی نجات اسلام اور قرآن کے آئین کی پیروی میں ہے۔ لیکن اس لئے یہ ضروری ہو گا۔ کہ پاکستان میں پہلے قرآن کے آئین پر عمل کیا جائے۔

پاکستان کا سرکاری دین

کیا ہمارے ارباب حکومت کے دلوں میں صدر ٹروین کی نسبت بھی اپنے دین سے زیادہ محبت اور عشق نہیں؟ یقیناً ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ پاکستان سرکاری طور پر اپنے سرکاری دین کا اعلان نہ کرے۔ عید میلاد النبیؐ ہو یا عیدین، نماز جمعہ کے اجتماعات ہوں یا رمضان اور منہ زراویج۔ حج ہو یا جہاد کی تیاری۔ سب کا احترام اور انصرام۔ اب ہماری اپنی حکومت پاکستان کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ پاکستان میں اسلامی آئین تیار کیا جائے۔ ہندوستان نے اپنا آئین تیار کر لیا۔ لیکن پاکستان جس کے پاس اللہ کی کتاب قرآن شریف موجود ہے۔ ابھی تک آئین کی تیاری کے لئے کچھ اقدام نہیں کر سکا۔

اللہ تعالیٰ ہماری حکومت کو توفیق دے۔ کہ وہ پاکستان میں رسول اللہ صلعم کے دین کو بلند کریں۔ اور پاکستان اسلامی عدل و انصاف سے معمور ہو جائے۔ (الحجۃ)

دماغ کے جوہر کی حفاظت کرتی ہے۔ حافظہ کو بہت بہتر بناتی ہے۔ نظر کے لئے بھیجی

دماغی (رجسٹرڈ)

مفید ہے۔ نزلہ۔ زکام اور دماغ کی کمزوری کی بہترین دوا ہے۔ تمام دن کا تھا

ہوا دماغ اس کے استعمال سے از سر نو نازہ ہو جاتا ہے۔ قیمت فی ڈبہ چھپس ایک مہینہ کی خوراک ہے۔ چھ روپیہ

مصلیٰ کا پتہ :- نور کمپنی۔ دھوبی منڈی پرانی انارکلی لاہور